VOL. III JANUARY-MARCH 1931 PART IX

TARIKH

A QUARTERLY JOURNAL OF HISTORY AND ARCHAEOLOGY.

Editor

HAKIM SAYYID SHAMS-ULLAH QADRI,

Asst Editor.

SAYYID AHMAD-ULLAH QADRI.

CONTENTS

REVIEWS

SUPPLEMENT

Printed Published at
THE TARIKH PRESS, KOTLAH AKBAR JAH,
Hyderabad-Deccan.

Annual Subscription Rs. 5 or Shilling 8, Postage Extra, for Govt. Rs. 10

جلد سوم　　بابت جنوری و مارچ ۱۹۳۱ء　　حصہ نہم

تاریخ کی دوسری جلد ختم ہو گئی ہے اور اس اشاعت سے جلد سوم کا آغاز ہوا ہے گذشتہ دو جلدوں میں علاوہ مضامین کے تین مستقل کتابیں شایع ہوئی ہیں۔

۱۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا تذکرہ مصنفین دہلی

۲۔ قاضی ناصر الدین بیضاوی کی نظام التواریخ

۳۔ شیخ زین الدین معبری کی تحفۃ المجاہدین فی بعض اخبار البرتگالیین ان میں سے آخر کی دو کتابیں نہایت نادر و نایاب تھیں اور نہایت سعی و کوشش کے بعد ان کے مخطوطے مہیا ہوئے ہیں۔

اس اشاعت سے دکن کی مشہور و مستند اور نادر الوجود تاریخ "تذکرۃ الملوک" بالاقساط شایع ہوگی اور امید ہے کہ چار حصوں میں مکمل ہو جائے گی اور اس سے دکن کے تاریخی لٹریچر میں ایک گراں بہا کتاب کا اضافہ ہوگا۔

"تذکرۃ الملوک" بیجاپور کے سلاطین عادلشاہی کی تاریخ ہے اور اسے سلطان ابراہیم عادلشاہ کے ایما سے میر رفیع الدین ابراہیم بن نور الدین توفیق شیرازی نے سنہ ۱۰۲۰ھ میں تصنیف کیا اور اس میں حسب ذیل نو ابواب ہیں۔

باب اول۔ سلاطین بہمنیہ کی تاریخ ابتدا؁ سلطان محمود شاہ کے جلوس تک (سنہ ۹۶۸ھ)

باب دوم۔ تذکرہ یوسف عادل شاہ

باب سوم۔ تذکرہ اسمٰعیل عادل شاہ

تاریخ کا تبادلہ

۱	اردو	سہ ماہی	انجمن ترقی اردو	اورنگ آباد
۲	ادب	ماہانہ	لکھنؤ	
۳	ادبی دنیا	ماہانہ	لاہور	
۴	اورینٹل میگزین	سہ ماہی	اورینٹل کالج	لاہور
۵	جامعہ	ماہانہ	نیشنل یونیورسٹی	دہلی
۶	زمانہ	ماہانہ	نیا چوک	کانپور
۷	سائنس	سہ ماہی	انجمن ترقی اردو	اورنگ آباد
۸	عالمگیر	ماہانہ	بازار سید مٹھا	لاہور
۹	مجلہ عثمانیہ	سہ ماہی	عثمانیہ یونیورسٹی	حیدرآباد دکن
۱۰	معارف	ماہانہ	دارالمصنفین	اعظم گڑھ
۱۱	ہمایون	ماہانہ	لارنس روڈ	لاہور
۱۲	ہندوستانی	سہ ماہی	ہندوستانی اکاڈیمی	الہ آباد
۱۳	بلوٹین	سہ ماہی	اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز	لندن
۱۴	جرنل آف انڈین ہسٹری		مدراس	
۱۵	جرنل آف میسور یونیورسٹی		بنگلور	
۱۶	مسلم ریویو		مسلم انسٹی ٹیوٹ	کلکتہ

باب چہارم تذکرہ ابراہیم عادل شاہ اور تاریخ راجگان بیجانگر

باب پنجم تذکرہ علی عادل شاہ تاریخ جلوس سے رام راج والی بیجانگر کے حملہ احمد نگر تک سنہ ۹۶۶ھ

باب ششم سلاطین گجرات کی تاریخ اکبر کے فتوحات تک سلاطین نظام شاہی اور قطب شاہی کی تاریخ عہد حکومت علی عادل شاہ کے بقیہ واقعات فتح بیجاپور تک سنہ ۹۶۲ھ

باب ہفتم افضل خان کی سرگزشت اور علی عادل شاہ کے بقیہ واقعات

باب ہشتم ابراہیم عادل شاہ اور ابراہیم بن برہان نظام شاہ کی تاریخ

باب نہم سلاطین تیموریہ کے حالات بابر سے جہانگیر کے جلوس تک۔ سلاطین صفویہ کی تاریخ خصوصاً شاہ عباس ماضی کا مفصل تذکرہ سنہ ۱۰۱۸ھ تک ملک عنبر کا تذکرہ۔ مغارات ایلورا کے حالات دکن پر شاہزادہ پرویز کا حملہ اور اسیر گڑھ کی فتح سنہ ۱۰۲۰ھ

امیر تیمور اور نپولین مشرق و مغرب کے دو مشہور کشورکشا ہیں اور ان دونوں نے اپنے جنگی کارناموں کی بدولت تاریخ عالم میں بقائے دوام کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے ہمارے مخدوم محترم جناب نواب جیون یار جنگ بہادر ایم اے بیرسٹر ایٹ لا جج ہائیکورٹ حیدرآباد دکن نے ان کی نسبت ایک مبسوط و طویل مقالہ انگریزی زبان میں سپرد قلم فرمایا ہے۔ اور ان دونوں کے کردار کو باہم مقابلہ کر کے ثابت کیا ہے کہ فاتح مشرق تیمور کے عظیم الشان کارنامے فاتح مغرب نپولین کے کارناموں پر نہ صرف تفوق رکھتے تھے۔ بلکہ ان کے باعث جو نتائج ظاہر ہوئے ہیں اور ان کا اثر نپولین کے کارناموں سے بہت زیادہ دنیا کے لئے مفید و سودمند ثابت ہوا ہے۔ یہ مقالہ تین حصوں میں منقسم ہے اور اس کے پہلے حصہ کی ایک قسط کا ترجمہ اس نمبر میں شائع کیا جاتا ہے۔ باقی اجزا آئندہ اشاعتوں میں بالاقساط شائع ہوں گے اور مکمل ہونے کے بعد ان کا ایک نفیس ایڈیشن بصورت کتاب شائع کیا جائے گا

از جناب نواب جیون یار جنگ بہادر ایم اے بیرسٹر ایٹ لا جج ہائیکورٹ حیدرآباد دکن

سنہ ۱۳۳۶ء کا نیا سال ہے، اور موسم کا آغاز ہے۔ وسط ایشیا[1] کے میدان سرسبزی، شادابی، زرخیزی سے معمور ہیں، پر فضا مرغزار نظر کے سامنے ہیں، وسیع چراگاہیں ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں جن میں جگہ جگہ سنگین قلعے[2] اور آباد شہر[3] واقع ہیں، ان کی رونق ان کھنڈروں اور میناروں سے دوبالا ہو گئی ہے جو گنبدوں فضا میں سر بفلک نظر آرہے ہیں اور اس دلکش منظر پر نگاہ خود بخود فریفتہ ہو جاتی ہیں، یہی سرزمین بنی نوع انسان کا گہوارہ ہے، آپ پائے تخت سمرقند کے سب سے بلند مقام پر چڑھ کر ہر چہار سمت نظر دوڑائے تو وہ تمام ممالک آپ کے

---

[1] وسط ایشیا میں بہترین زمانہ بہار کا موسم ہے جو اپنی دلکشی میں کشمیر، ہالینڈ سے بھی بڑھا ہوا ہے

[2] وسط ایشیا کے وہ قدیم اور مشہور و معروف قلعے ہیں جو اپنی سنگینی کی بنا پر محاصرہ کرنے والوں کو ہمیشہ پریشان کرتے ہیں۔

[3] ہر شہر میں اونچے اونچے مینار ہیں اور گنبدوں کی اس قدر کثرت ہے کہ گنبد والے شہر کے نام سے موسوم ہو سکتے ہیں۔

مقبوضات امیر تیمور
صحرائے منگول
سلطنت چین
افغانستان
ہندوستان
بلوچستان
بحر عرب
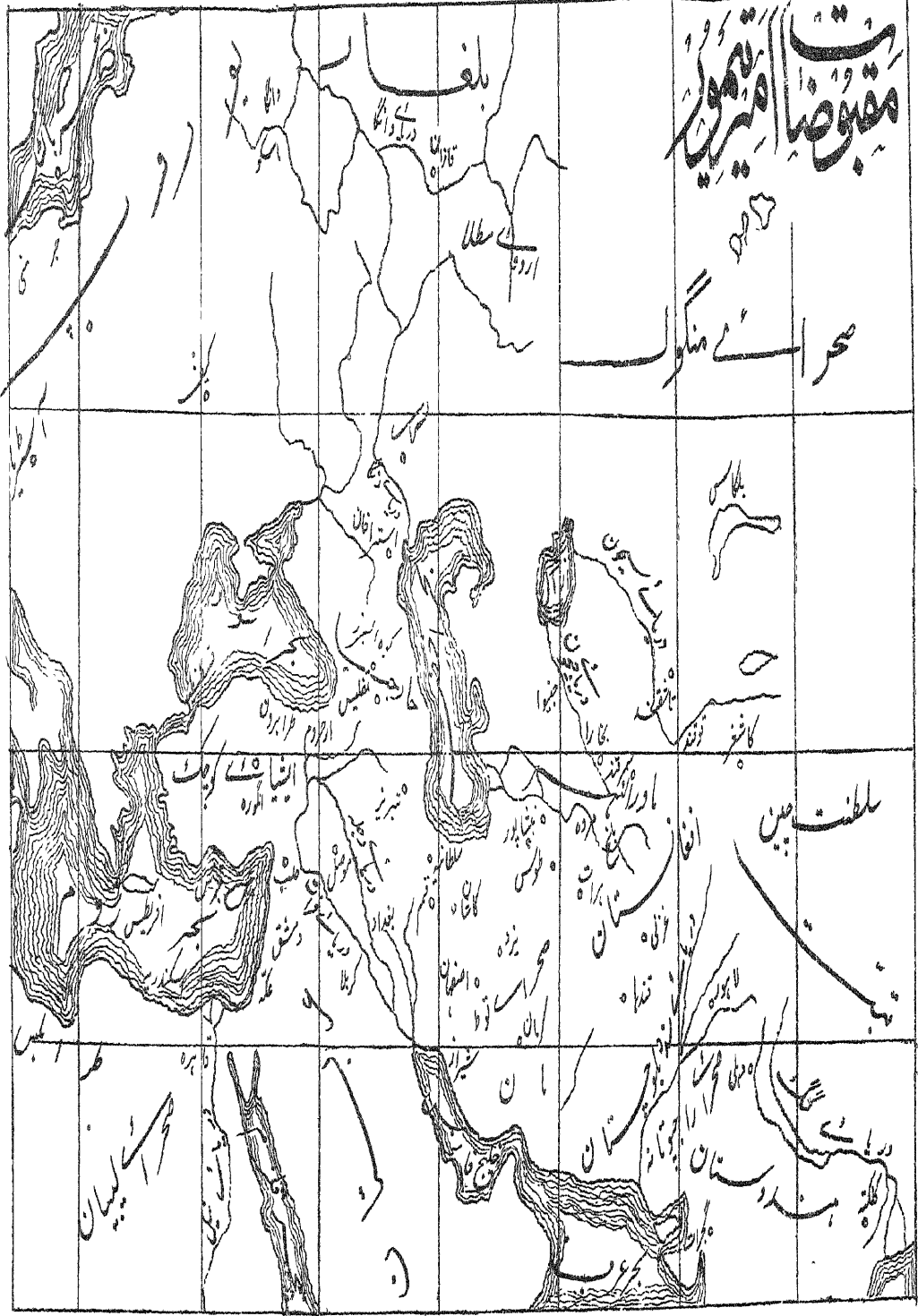
اس طرف نگاہ دوڑاتا ہے تو اسے دجلہ کے کنارے عباسی خلیفہ کی سلطنت
دکھائی دیتی ہے، جو روبزوال ہے اور فرمانروائی کا چراغ گل ہونے کو ہے۔

ؔ بغداد کا تاراج ہونا اور خلیفہ مستعصم باللہ کا قتل ایسے واقعات ہیں جو زبان زد خاص و عام ہیں ان کے دوبارہ بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں (۶۵۶ھ مطابق ۱۲۵۸ء) خلیفہ حریص نااہل اور ناعاقبت اندیش تھا، بدیں سبب مسلمانوں کو یہ سانحہ عظیم پیش آیا، حالانکہ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ اسلامی تہذیب و تمدن اقطاع عالم کو اپنی شعاؤں سے منور کر رہا تھا اور اسی کے فیض سے ساری دنیا مستفید ہو رہی تھی، خلافت کا تباہ ہونا نہ صرف غم انگیز و حزن انگیز ہے بلکہ ناقابل تلافی نقصان متصور ہونا چاہیئے، شیخ سعدی نے اس کی بربادی پر ایک بے نظیر ولاجواب مرثیہ لکھا تھا اور ہمارے ہندوستانی شاعر حالی نے اپنے مسدس میں ایک نوحہ تحریر کیا ہے۔ سائکس کا قول صحیح ہے کہ اس اندوہناک اور مہیب تباہی نے سلطنتوں کی ترقی کی گھڑی کی سوئیوں کو ہی نہیں الٹ دیا بلکہ سارے عالم کی ترقی میں بلا کسی مبالغہ یا شک کے رکاوٹ پیدا کر دی، گو دنیا اس صداقت کو تسلیم نہ کرے گی، اور اس تبدیلی سے متفق ہونا ممکن نہیں (تاریخ فارس جلد دوم صفحہ ۱۷۵) وہ لانگ فیلو کی ایک عمدہ نظم کیلیف کا حوالہ دیتا ہے جس میں بہت ہی خوبی سے شعر میں اس خیال کو ادا کیا گیا ہے کہ جب کبھی دولت بہت شخص کو امیر المومنین جیسے ذی مرتبت اور والا شان منصب پر مامور ہے عیش و عشرت، آرام و کاہلی میں زندگی بسر کرتا ہے وہ اس مقدس فریضہ سے غافل ہے کہ رعایا بطور امانت اس کے سپرد ہے۔ اس نظم کے چند اشعار ہدیۂ ناظرین ہیں،

چوں ہی کہ ہم دروازہ پر پہنچے، ہم نے ایک مینار دیکھا جو طلائی مینار کہلاتا ہے
یہاں پر خلیفہ بغداد نے اپنی بےشمار دولت اور ۔۔۔ جواہر مخفی طور پر جمع کئے ہیں ۔
گویا غلہ کا گودام ہے جس میں گیہوں جمع کئے گئے ہیں اور ان کے آدھے
لائے گئے ہیں یہ بخیل بادشاہ یہاں چوری چھپے آتا جاتا ہے سونے کے ڈھیر کو

سامنے ہوں گے جن کو تمام اول نے تیمور کے حصہ میں لکھا تھا، اول آپ کی نگاہ
وسیع براعظم[1] کے شمالی مغربی حصہ پر متوجہ ہوگی۔ جہاں حیرت میں ڈالنے والے
بڑے بڑے میدانوں[2] سے واسطہ ہے اور یہ ہزار ہا کوس تک پھیلے ہوئے ہیں، اور
یہ میدان زمردی گیاہ سے ملبوس ہیں، نسیم سحری ان کو گدگداتی ہوئی گزرتی ہے،
ان میں ہر طرف دریاؤں کے جال بچھے ہوئے ہیں، آفتاب کی شعاعیں پانی پر
پڑتے ہی اس کو منور کر دیتی ہے، یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا طلائی لڑیاں ہیں جو سطح
آب پر بچھا دی گئی ہیں ان دریاؤں کے کنارے بے شمار خیمے نصب ہیں، خیموں کی
کوئی خاص ترتیب نہیں ہے، بعض جگہ تو چند خیمے ایک ہی مقام پر ہیں اور کچھ لمبی
قطار میں دور تک چلے گئے ہیں، ان خیموں کے نزدیک مویشی بے فکری سے
چر رہے ہیں،

ذرا تخیل سے کام لو تو نگاہ جنوبی و مشرقی علاقہ پر پڑے گی یہ وہ سرزمین
ہے جو دریائے سندھ سے سیراب ہوتی ہے، جہاں ان گنت مندر ہیں، دیوی
دیوتا نادیدہ و ناشنیدہ زر و جواہر سے مرصع ہیں ہر باغ ایک عشرت کدہ ہے، ہر گاؤں
ایک راحت گاہ ہے ہر محل منزل عیش و عشرت ہے، اندر کے اکھاڑے کا نمونہ
ہے یا ہندوستان ہے جو حقیقت میں جنت نشان ہے،

اب ہمارا سیاح تعجب سے گنگ ہو کر جنوبی مغربی گوشے پر خوارزم[3] سے

---

[1] براعظم ایشیا،

[2] اسٹیپس،

[3] خوارزم ۴۳ تا ۴۰ عرض البلد اور ۶۰ تا ۶۲ طول البلد پر واقع ہے یہ ایک سلطنت تھی جو جیحون
کے منبع کے قریب بحر خضر کے مشرقی کنارے پر واقع تھی اس کا حدود اربعہ شمال میں ملک تاتار
جنوب میں خراسان مشرق میں ماورالنہر۔

مرغزار پر نگاہ دوڑاتا ہے، جہاں شاداب و زمردی گیاہ نے فرش مخمل بچھا رکھا ہے جس میں صاف و شفاف پانی کے چشمے رواں ہیں یہ لو! اب ہماری نگاہ ایک چشمے کے کنارے پڑتی ہے جہاں ایک چھوٹا سا قبیلہ خیمہ زن ہے، اطراف میں گھوڑے بھیڑیں بے فکری سے چر رہے ہیں، عورتوں کی گودیں چھوٹے بچے ہیں، دھوپ میں بیٹھی ہیں، دل فریب ملک کی تر و تازہ ہوا سے لطف اٹھا رہی ہیں، ذرا ادھر تو دیکھو! ایک عورت اپنے بچہ کو چھاتی سے لگائے تھپک رہی ہے، یہ بچہ کون ہے! یہ تو وہی طفل معلوم ہوتا ہے جس کی قسمت میں بہت سے ملکوں کی فرمانروائی لکھی ہے ان ہی ممالک کو غیب دان نے ہمیں خواب میں دکھایا ہے، غور سے دیکھو یہی بچہ تو آئندہ تیمور کے نام سے ملقب ہوگا، یہی تو تیمور اور تیمور لنگ کے نام سے مشہور ہوگا اور یہی وہ نام ہے جس کو بگاڑ کر اہل یورپ نے تیمو لین کر لیا ہے، یہی تو وہ شہرۂ آفاق فاتح ہوگا کہ جو صاحب قران کے ذی نشان لقب سے متصف ہوگا اور اسی نام سے یاد کیا جائے گا،

۱۳۳۶ء

تیاریخ ۵ رشعبان المعظم ۷۳۶ہجری بروز سہ شنبہ بمطابق ۸ اپریل بمقام کیش[1] المعروف بہ شہر سبز پیدا ہوا، شہر سبز ماوراء النہر میں سمرقند سے

آواز آئی اور نہ اس کے بعد خلیفہ زندہ نظر آیا وہ تو لقمۂ اجل ہوا،
سائکس کو تعجب ہے کہ کیسا لاجواب ذکر بغداد ہے کہ لانگ فیلو نظم لکھنے کیلئے راغب ہوا

[1] قصبہ کیش سمرقند سے ۳۶ میل کے فاصلہ پر ہے تیمور کا مشہور و معروف پر پوتا بابر مغل اعظم کہتا ہے کہ موسم بہار میں قصبہ کیش کے مکانات کی دیواریں اور چھتیں سبز و نیلگون ہو جاتی ہیں، تیمور و بابر دونوں قصبہ کیش کو شہر سبز کے نام سے یاد کرتے ہیں،
تیمور جب بر سر اقتدار ہوا تو کیش کو اپنا گرمائی مستقر قرار دیا،

جب سیاح خلافت عباسیہ پر نظر ڈال چکتا ہے تو وہ اس ملک سے بھی ذرا آگے نظر کو وسیع ہے جہاں کوہ لبنان کی چوٹیاں ہیں اور اس کے دامن میں سرو شمشاد کا پرستان ہے ان پیاری پیاری بستیوں میں بحری ہوا کے جھونکوں سے جان پڑ جاتی ہے اب اس کی نگاہیں حیرت افزا نظاروں سے مانوس ہو جاتی ہیں اور اس کا تخیل مسحور ہو جاتا ہے وہ خود سمرقند کے قریب ایک دل کش

دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا ہے گویا راز صحت اس میں مضمر ہے، جواہرات پر نظر ڈالتے ہی باغ باغ ہو جاتا ہے، بھوکی اور حریص آنکھ ان کو تک تک کر سیر ہوتی ہے یہ جواہرات تو جگنو کی طرح چمکتے ہیں، یا چیتے کی آنکھیں ہیں جو اندھیری رات میں چمک رہی ہیں،

میں نے خلیفہ سے کہا تو اب بوڑھا ہو گیا ہے اتنے زر و جواہرات کی کیا حاجت، یہ بات تیرے شایان شان نہیں ہے کہ یوں جوڑ جوڑ کر دولت پوشیدہ رکھے ابھی تو جنگ و جدل کی گرم بازاری ہے کاش تو نے ان بیکار ڈھیروں کی تخم ریزی کی ہوتی کہ وہ آبدار شمشیر کی شکل میں نمودار ہوتے تیری عزت و عظمت اور شان و شوکت باقی رکھتے یہ سونے کے ٹکڑے دانہ گندم نہیں ہیں یہ چاندی کی سلاخیں ہیں اور تو ان کے کھانے سے عاجز ہے یہ جواہر موتی اور بیش بہا سنگ ریزے درد وجع مفاصل کو نہیں روک سکتے نہ ان سب زر و جواہر میں یہ قوت ہے کہ جب موت تیرے اس طلائی برج کی سیڑھیوں پر اپنا قدم رکھے تو وہ چڑھنے سے روک دیں تب میں نے اس اندھیری کوٹھری میں نرگس کو بند کر دیا اور وہاں اس کو اس کے طلائی چھتے میں چھوڑ دیا کہ خوب شہد سے سیر ہو جائے، ان سودائی پتھر کی دیواروں سے نہ تو پھر کبھی تو یہ سنائی دی نہ کبھی چیخ و پکار کی

قبیلہ برلاس کا سردار قراچار کا پڑپوتا تھا۔[2] قراچار چنگیز خان[1] اعظم کا بیٹا اور
چغتائی کا باپ تھا اور یہ ایک زمانے میں اپنے باپ کی افواج کا سپہ سالار
بھی تھا اہل قبیلہ میں سے اسی کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس نے ان سب سے
پہلے اسلام قبول کیا حتی تورہشائی کی ثناء یہ تھی تھا کہ طراغائی کوئی اعلیٰ
فوجی عہدہ اختیار کرتا لیکن اس نے اپنے باپ برکل کی طرح گوشہ نشینی
اختیار کی اور مراقبہ اور مذہبی زندگی کو دنیوی جاہات پر ترجیح دی۔

---

[1] ابو غازی کا بیان ہے کہ چنگیز خان در اصل زنگیز خان ہے، زن کے معنی بڑا اور
اور گیز اسم تفضیل ہے، فضل اللہ کے نزدیک چنگ کے معنی مضبوط اور چنگیز اس کی جمع
ہے ڈی ہربلاٹ جوگبین کے بعد گزرا ہے اس کا تلفظ جینگیز خان کرتا ہے، مسٹر پیوبروک
کے نزدیک چنگیز خان کا انتقال ۱۲۲۷ء میں ہوا ہے لیکن مسلمان مورخوں کے نزدیک
اس کا انتقال ۴ رمضان المبارک ۶۲۴ھ مطابق ۱۲۲۶ء کو ہوا ہے، چنگیز خانی
افواج نے سارا فارس فتح کر لیا تھا یا اگر کل فتح نہ کیا تھا تو اس کو تاخت و تاراج ضرور
کیا تھا، چنگیز خان کے مرنے سے قبل اس کی سلطنت بہت وسیع تھی دریائے سندھ سے
یوکنیرین تک دریائے والگا سے چین کے میدانوں تک خلیج فارس کے خشک کناروں
سے روس کے سرد صحراؤں تک پھیلی ہوئی تھی (تاریخ فارس از مالکم جلد اول صفحہ ۴۱۹)

[2] تیمور کے آباد اجداد میں سب سے زیادہ مشہور قراچار نوین پدر چغتائی فرزند چنگیز خان
ہے اس کی بابت فرض کیا جاتا ہے کہ وہ ان سخت گیر فاتحین میں پہلا شخص ہے
جس نے اسلام قبول کیا اس نے متعدد سال تک عدل و انصاف سے حکومت کی
ہے اور اپنے قبیلہ برلاس کو قصبہ کش کے اردگرد آباد کیا، یہ قصبہ سمرقند کے نزدیک
واقع ہے، قراچار چغتائی کے بعد مرا ہے اور اس کا سن وفات ۱۳۴۳ء ہے وہ سپہ سالار
تھا اور یہ خطاب اس کے خاندان کیلئے موروثی ہو گیا لیکن اس کا پڑپوتا طراغائی تیمور کا

۵۰ میل جانب جنوب اور بخارا سے ۳۰ میل جانب شرق واقع ہے،
تیمور کے باپ کا خطاب امیر تھا، وہ برلاس کے مشہور و معروف گھرانے
سے تعلق رکھتا تھا، لیکن خود بہت معمولی حیثیت کا آدمی تھا، اس کی جائداد
بہت تھوڑی سی تھی اس لئے صرف تین چار سو اردلی کو پرورش کرتا تھا
وزیر قزغن نے بطور جاگیر صوبہ کش اور نخشب ماوراءالنہر میں جو دریائے جیحون
کے جنوب میں واقع ہے عطا کیا تھا اور یہ علاقہ خراسان کی منزلوں میں
پڑتا تھا اس کا قبیلہ یا خاندان تیمورقبین کے نام سے ملقب تھا جس کے معنی
"خوبصورت" ہیں، خود اس کا اصلی نام طراغائی تھا جس کے معنی ابابیل کے ہیں
اگرچہ یقیناً اولاد چنگیز علاوہ خاندان منگولی نسل سے ہیں، گو
عام طور پر تیمور و بابر کی قائم کی ہوئی سلطنتوں کو منگولی کہا جاتا ہے،
مگر اندازہ یہ ہے کہ برلاس کا گھرانا ترکی النسل ہے، مزید براں چودہویں
صدی عیسوی میں وہ قبائل جو ان چار خاندانوں کی اولاد تھے وہ ملک
ماوراءالنہر اور ترکستان میں آباد ہوئے، ان کی زبان، طرز معاشرت ترکی تھی
یہ لوگ اسلام کے پکے معتقد اور سچے مسلمان تھے، جیسے کہ اسی زمانہ میں
نارمن انگلستان میں آباد ہوتے ہی انگریز بن گئے، تیمور کا باپ طراغائی*

کلیوجو بیان کرتا ہے کہ اس شہر میں بڑی بڑی مسجدیں اور خانقاہیں ہیں، تیمور
اور اس کا باپ دونوں یہاں کے باشندے تھے تیمور نے ایک بڑی مسجد یہاں تعمیر کرائی ہے
جس میں اسکا باپ اور اس کا بیٹا جہانگیر مدفون ہے۔ شرف الدین علی یزدی کا بیان
ہے کہ اس نے دو بیٹے چھوڑے تھے جن کے نام محمد اور پیر محمد ہیں)

* تیمور کا قاعدہ تھا کہ وہ اپنے باپ اور اپنے بیٹے کی روحوں کے ایصال ثواب کے لئے
چند بھیڑوں کا گوشت بھنوا کر غرباء میں تقسیم کرا دیا کرتا تھا۔

وہیں ڈیرے ڈال دیتے اور جہاں گھاس میسر نہ آتی تو آگے بڑھ جاتے اس طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہتے۔ اک اور کوڑے کرکٹ سے پتہ چلتا کہ وہ ابھی ابھی یہ مقام چھوڑ کر گئے ہیں اہل قبیلہ اپنے سند کی پرورش کیا کرتے شکار کرتے مرد اور عورت دونوں مسلح ہوتے اور خوب فن سپاہ گری میں ماہر ہوتے وجہ یہ ہوتی کہ اگر ہمسایہ جنگجو قبائل سے معرکہ ہو تو حفاظت کر سکیں روانگی کا طریقہ یہ تھا کہ آگے آگے تو گلہ چل رہے ہیں اور پیچھے پیچھے وہ خود آ رہے ہیں جہاں پانی کے چشمے کے قریب تر و تازہ چراگاہیں نظر آئیں فوراً ٹھہر گئے اور بعض اوقات یہ ہوتا تھا کہ غذا اور چارے کیلئے دور دور نکل جانا پڑتا، گھوڑوں پر سوار ہیں تیر و کمان سے مسلح ہیں، ہرنوں اور جنگلی ریچھوں کا شکار ہو رہا ہے اور صحرائی جانوران کی زد سے نکلکر نہیں جا سکتے،

چونکہ تیمور سردار قبیلہ کا بیٹا تھا، نویں برس لکھنا پڑھنا سکھایا گیا وہ نمازیں پڑھتا اور پارہ عم کا۔ لے حصہ بھی حفظ کر لیا تھا، بارہ برس کی عمر میں وہ اپنے ہم عمر بچوں کا سپہ سالار ہو گیا جب اسکی عمر سترہ سال کی ہو گئی

لے تیمور کہتا ہے کہ جب میری عمر بارہ سال کی ہوئی تو میں محسوس کرنے لگا کہ مجھ میں عظمت و سربلندی، اور دانائی کی علامات پائی جاتی تھیں اور جو کوئی مجھ سے ملنے آتا میں اسے بید وقار و شان کے ساتھ باریاب کرتا جب میں اٹھارہ برس کا ہوا تو مجھے اپنی قابلیت کے بارے میں گھمنڈ پیدا ہوا میرے اوقات قرآن شریف پڑھنے اور شطرنج کھیلنے میں بسر ہوتے اور مجھے سب سے زیادہ شوق شہ سواری کا تھا۔ ۱۳۵۵ء میں اس کے باپ نے چند خیمے، اور بہترین اور اونٹ تیمور کو دیئے کہ وہ اپنا انتظام الگ کرے، سنہ ۱۳۵۶ء میں اس کی ماں کا انتقال ہو گیا،

طراغائی خدا سے ڈرنے والا انسان تہا وہ اپنے بیٹے کو مولانا شمس الدین کی خدمت میں لے گیا، چونکہ اس کو شاہ صاحب موصوف کی کرامات پر بیحد اعتقاد تہا اس وقت حضرت مولانا تلاوت قرآن مجید میں مصروف تھے اور یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے،

ءامنتم من فی السماء ان یخسف بکم الارض فاذا ھی تمور

جب مولانا لفظ تمور پر پہونچے تو پڑھتے پڑھتے رک گئے اور اس بچے کو دیکھ کر اس کا نام تیمور رکھا یعنے وہ شخص جو دنیا کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہلا دے گا،

تیمور کا ابتدائی زمانہ اپنے باپ کے خیمے میں والدین کے زیر ترتیب بسر ہوا، یہ لوگ خانہ بدوش کی سی زندگی بسر کرتے اور ہمیشہ سفر میں رہتے ان لوگوں کا قاعدہ تھا کہ جہاں ان کے گاؤں کے لئے چارہ کافی مل گیا

باپ اس عہدے سے مستعفی ہو گیا تہا، دربار سمرقند کے پرجوش مخفلوں سے نجات پانے کیلئے گوشہ نشینی اختیار کی اور علماء و فضلاء کی صحبت کو ترجیح دی روایت ہے کہ وہ بڑا رحمدل اور فیاض تہا اس کی بیوی سکینہ خاتون خوبصورت اور نیکو سیرت تھی (سٹرامس براؤن مضحکہ اڑاتا ہے کہ تیمور ایک معمولی چرواہا تھا چونکہ اس کے باپ کے پاس بھیڑوں کے گلے تھے) ملاحظہ ہو عامیانہ غلطیاں کتاب ہفتم باب دوازدہم بعض مورخین اسکا نسب چنگیز خان تک لیجا کر ملاتے ہیں، لیکن سر جان مالکم کا خیال صحیح ہے کہ مورخان نے خوشامد کی وجہ سے یہ سلسلۂ نسب گھڑا ہے،

سنہ جب تیمور کی عمر سات برس کی ہوئی تو اسے ملا علی بیگ کے سپرد کیا گیا نو برس کی عمر میں نماز سکہائی اور تیمور ہمیشہ سورۂ والشمس کی تلاوت کیا کرتا تھا،

اور اپنا پٹکا اس کی کمر میں باندھ دیا اور ایک عقیق کی انگشتری عنایت فرمائی جس پر یہ دو الفاظ کندہ تھے "الایمان والحریت"، اگر تیمور اس مقولے پر کاربند رہتا تو یقیناً وہ ایک بہترین آدمی ہوتا، لیکن زندگی کی کشمکش اور طوفانِ حیات نے بہت ہی جلد اس قول کو فراموش کرا دیا تیمور تو ساری عمر "خوابی" رہا ہمیشہ نجومیوں اور رمالوں سے مشورہ کیا کرتا جب کوئی بڑی بھاری مہم سرانجام دینی ہوتی یا کوئی اہم کام درپیش ہوتا، وہ ہمیشہ پیشین گوئی کا قائل رہا[1] ان خرافات کا اس کی زندگی میں ایک اہم حصہ ہے لیکن جب ان تدابیر سے کام نہ چلتا تو وہ قرآن شریف سے رجوع کرتا اور اس طرح فال نکالتا کہ کہیں سے بھی ورق لوٹ دیا جو پہلی آیت ہوئی اس سے موقع کی اہمیت کے لحاظ سے مفہوم سمجھ لیا،

جب تیمور کی عمر اکیس ۲۱ سال کی ہوئی اس کے باپ نے اس کو دربار سمرقند میں بھیجا اس وقت امیر قزغن[2] حکمران تھا جو چغتائی قبیلہ کا نامور سردار تھا یہ امیر سن رسیدہ اور خوش نصیب شخص تھا، جب تیمور امیر کی حضوری میں پیش ہوا تو امیر نے تیمور کی اچھی شکل و صورت کو پسند کیا اور اس کے شجاعانہ رویہ کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا چونکہ تیمور ایک خوبصورت وذی وجاہت شخص تھا امیر نے تہیہ کر لیا کہ اپنی

---

[1] نپولین بھی پیشین گوئی و غیب دانی کا قائل تھا حتیٰ کہ اس فن کی ایک کتاب بھی اس کے نام سے موسوم ہے،

[2] امیر قزغن چغتائی قبیلے کا ایک نامور سردار تھا اس نے دانشمند خاں بادشاہ کے نام سے دس سال تک حکومت کی، دانشمند خاں براہ نام بادشاہ تھا،

تو وہ شہ سواری اور شکار میں ماہر ہو گیا، اور اپنے قبیلے کے نو عمر بچوں کو بآسانی شکست دیدیتا تھا اور لوگ اس کے متعلق خیال کرنے لگے کہ وہ بہترین سپاہی ہے، فطرت نے تیمور کو عمدہ ذہنیت و تندرستی عطا کی تھی اور وہ شاعرانہ تخیل سے بھی متصف تھا اور اس پہ وجد طاری ہو جاتا اور خوابیں دیکھا کرتا اور اپنے ماحول سے بالکل بے خبر ہو جاتا تھا اور اپنی آئندہ عظمت و جلال اور شان و شوکت کا خیال کرتا جن کی تعبیر دینا صرف خدا کے کام کے لئے بھی مشکل تھا، اس کی کامیابی و کامرانی کا راز اعتقاد کامل ہے جو پر جلال تخیل سے متحد ہے بعض وقت یہ ہوتا تھا کہ وہ لیٹ جاتا اور اس پر سکتہ سا طاری ہو جاتا تھا اس حالت میں بیدار کرنا دشوار ہوتا، کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ اس نے آنحضرت صلعم کو خواب میں دیکھا کہ آپ ارشاد فرما رہے کہ بشارت ہو تیری نسل میں (۳۲) بادشاہ ہوں گے، چنانچہ یہ پیشن گوئی حرف بہ حرف صحیح نکلی ایک موقع پر اس نے ایک خواب دیکھا کہ میں نے ایک بڑی بھاری مچھلی سمندر سے پکڑی ہے اور خود ہی خود تعبیر بھی نکال لی کہ سمندر تو دنیا ہے اور بڑی مچھلی وہ بادشاہ اور سلاطین ہیں جن کو میں نے زیر کیا ہے ایک دفعہ اس نے یہ خواب دیکھا کہ میں ایک پہاڑی پر ہوں اور کانٹوں کے فرش پہ بیٹھا ہوا ہوں، بھوت پریت جنگلی وحشی درندے اطراف میں جمع ہیں اس نے یہ تعبیر لی کہ یہ نفسانی خواہشات ہیں جنہوں نے یہ خوفناک صورتیں اختیار کی ہیں، فی الفور نیک زندگی بسر کرنے کا ارادہ کر لیا اور نمازیں بھی پڑھنے لگا، بالآخر شیخ زین الدینؒ کی خدمت بابرکات میں حاضر ہوا حضرت نے اس کی خوب محبت سے خاطر کی

ایک موقعہ پر تیمور امیر قزغن کے ہمراہ شکار کے لئے نکلا جب یہ ایک ایسی جگہ پہونچے کہ جہاں امیر کا داماد قتلغ اپنے چھ اجٹ سپاہیوں کے ساتھ چھپا ہوا تھا جوں ہی لوگ قریب پہونچے وہ اپنی کمین گاہ سے حملے کے ارادہ سے نکلا، اس وقت امیر کے ساتھ صرف تیمور تھا وہ فوراً گھوڑے سے اتر پڑا اور تلوار میان سے نکال لی اور بڑی ہمت کے ساتھ آگے بڑھا، جب تک کمک نہ پہونچ گئی تن تنہا لڑتا رہا، جب قتلغ کو اپنے مقصد میں زک اٹھانی پڑی تو بھاگ کر پہاڑیوں میں جا چھپا، جب اس کو علم ہوا کہ تیمور خراسان کی مہم پر گیا ہوا ہے اپنے پہاڑی قلعوں سے نکلکر حملہ آور ہوا اور امیر قزغن کو قتل کر ڈالا اور خود تخت پر قابض ہو گیا، جب تیمور کو امیر کے قتل کی خبر ملی تو بیحد ملول ہوا اور وہ فوج جمع کرنے کی فکر میں لگ گیا جس کی تائید اس کے چچا حاجی برلاس اور ابن سلدوز نے کی جو کہ سلدوز کے قبیلے کا سردار تھا وہ اپنی متحدہ افواج کے ساتھ روانہ ہوئے یہاں تک کہ سمرقند جا پہونچے نتیجہ یہ ہوا کہ قتلغ کو شکست فاش نصیب ہوئی اور اس نے بھاگ کر پہاڑیوں میں اپنی جان بچائی، سمرقند کی چھوٹی سی سلطنت تینوں فاتحین میں تقسیم ہوئی لیکن ابھی ہمارے نوجوان سپاہی کی تقدیر میں اقبال وعروج اور عیش وآرام نہیں لکھا تھا اس کو بہت سارے انقلابات سے گذرنا تھا، تب کہیں کامل فرمانروائی وحکمرانی سے لطف کام ہونا تھا،

ابھی تینوں فاتح اپنی فتوحات کے لطف سے فارغ نہیں ہوئے تھے اور اپنے مفتوحہ علاقوں کے نظم ونسق میں حصہ لینے والے تھے کہ

پوتی شہزادی الجاتر[1] کان آغا سے اس کی شادی کر دے گا، بشرطیکہ تیمور کو یہ نسبت پسند ہو، شہزادی نہایت حسین و جمیل تھی اور بہادرانہ خیالات رکھتی تھی، جوں ہی تیمور کی اس پر نظر پڑی وہ فریفتہ ہو گیا، ان دونوں کی شادی مناسب تزک و احتشام سے ہوئی تیمور امیر قزغن کی خدمت میں تین سال تک رہا، وہ اپنا وقت سیر و شکار میں کاٹتا، یا بوقت ضرورت دشمن سے مقابلے کے لئے نکلتا جس زمانہ میں اس کا قیام سمرقند میں تھا اکثر ایسا اتفاق ہوتا تھا کہ جان بال بال بچ جاتی تھی ایک مرتبہ شکار کے شوق میں گھوڑے کو سرپٹ دوڑائے ہوئے جاتا تھا کہ یکایک اس کا گھوڑا اسر کے بل خندق میں جاگرا اور تیمور بال بال بچ گیا گویا دست قدرت نے اپنی کرامت سے بچا لیا، ایک دفعہ شکار کے لئے چلا، شکار کی تلاش میں رات ہو گئی اور برف باری شروع ہو گئی اور اس پر طرہ یہ کہ راستے سے بھٹک گیا، بھوک سے بیتاب تھا اور حالت یہاں تک پہونچ گئی تھی کہ گویا کھانا نہ ملا تو دم ہی نکل جائے گا، چلتے چلتے تھوڑے فاصلے پر روشنی نظر آئی وہ گھوڑا دوڑاتا ہوا وہاں تک جا پہونچا یہ درحقیقت ایک غار تھا جس میں چند گڈریے بیٹھے ہوئے تھے یہ لوگ آگ کے چوطرف جمع تھے اور سالن پکانے میں مشغول تھے جب انھوں نے اس کو دیکھا تو انہیں نوجوان پر رحم آیا اور اس کو اندر بلا لیا، گڈریوں نے اس کے کپڑے سکھائے شوربہ پلایا اور کمبل اوڑھایا،

---

[1] الجاتر کان آغا امیر مشلغب کی بیٹی تھی اور امیر حسین کی ہمشیرہ تھی،

سنہ ۷۶۳ھ میں امیر قزغن نے تیمور کو ایک ہزار سوارہ فوج کا افسر بنا دیا جبکہ تیمور کی عمر صرف صرف تیئس ۲۳ سال کی تھی اور ایک ہزار سوارہ فوج سے وہ خراسان پر حملہ آور ہوا،

آدمی ساتھ تھے ان سب کی دلی خواہش یہ تھی کہ خون کے پیاسے پیچھا کرنے والوں کی زد سے نکل جائیں اس تھکی ماندی عاجز و لاچار تھوڑی سی جماعت نے ایک پہاڑی پر جا کر دم ہی لیا تھا کہ اسی وقت تیمور نے گرد و غبار کا ایک بادل اٹھتا ہوا دیکھا، اس سوچ بچار میں تھے کہ آگے نکل جانے کی جرات کریں کہ سورج کی دھندلی روشنی میں نیزے اور تلواریں چمکنے لگیں جب یہ گردہ قریب پہونچا تو معلوم ہوا کہ تغلق کا سپہ سالار ایک ہزار سوارہ فوج کو لئے ہوئے سیدھا اس کے تعاقب میں بڑھا چلا آتا ہے سب سے پہلے تیمور کو ان دونوں عورتوں کی حفاظت کا خیال پیدا ہوا جو تھک کر چور ہو گئیں تھیں اور ان سے یہ امید نہیں کیجا سکتی تھی کہ وہ بہ عجلت چل سکیں گی اس کی غیرت نے گوارا نہیں کیا کہ وہ دشمن کے ہاتھ پڑ جائیں یہ بھی بخوبی واضح تھا کہ سارے ساتھی اور گھوڑے تھک کر چور ہو گئے ہیں اگر نکل جانے کی کوشش کیجائے تو وہ بہت جلد ہاتھ آئیں گے اور نقصان میں رہیں گے، پس اس نے یہ تصفیہ کر لیا کہ بہادری کے ساتھ مقابل ہو اور اپنی تھوڑی سی فوج کی صف آرائی کی اور پامردی و دلیری کے ساتھ حملہ کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گیا، نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں فوجوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی تغلق کے سپہ سالار نے دیکھا کہ تیمور کی فوج بہت تھوڑی ہے حکم دیا کہ یکبارگی حملہ کیا جائے اور یوں ان لوگوں کو گھیر لیا جائے اس میں کچھ شک نہیں کہ تغلق کی چال کامیاب ہو جاتی اگر تیمور بے نظیر سپہ سالاری کا اظہار نہ کرتا تیمور نے اپنی فوج کو اس طرح سے لڑایا کہ وہ ٹھہر کر حملہ ہونے کی ترکیب سے رکے رہیں اور دشمن کی اس چال سے بچے رہیں یہانتک

تغلق تیمور خاں والی کاشغر و بدخشان اپنے بہادر و جنگجو سپاہیوں کو
لیکر آگے بڑھا اور سیحون کے کنارے خیمہ زن ہوا تغلق کی طاقتور فوج
سے لڑنے کا سوال ہی نہ تھا، پس تیمور اس سے باعزت صلح کرنے کیلئے
روانہ ہوا، درحقیقت تغلق[1] نے مہربانی کا اظہار کیا اور اس کو باجگزار
تسلیم کرلیا لیکن اس کے مغرور بیٹے الیاس خاں نے اس سے کج خلقی کا
اظہار کیا، اس ذلت آمیز برتاؤ کو دیکھکر تیمور اٹھکر چلا آیا، تغلق نے سمرقند پر
پیشقدمی کی اور اس کو فتح کرکے خواجہ الیاس کو تخت نشین کیا اور یہ اعلان
کیا گیا کہ جو شخص تیمور حاجی برلاس اور بن سلدوز کے سر لائیگا، وہ انعام
واکرام سے مالامال کر دیا جائے گا۔ بیچارہ حاجی برلاس خراساں کی
طرف بھاگا لیکن ایک قزاق نے اس غریب کو قتل کر ڈالا۔ بن سلدوز
کی زندگی شراب خواری کے ہاتھ تباہ ہوئی، تیمور خمزین کے طرف نکل گیا
اس کے ہمراہ اس کی بہادر بیوی اور اس کے برادر نسبتی حسن[2] اور ۶۰ وفادار

---

[1] ۱۳۵۹ء میں تیمور کے باپ کا انتقال ہوگیا جبکہ وہ تغلق تیمور خان چنگیزی کے حضور میں
گیا ہوا تھا اس لئے ماوراء النہر کے علاقہ میں اپنا حق وراثت جتایا تھا جس کی وجہ سے
تیمور کو اپنی آئندہ روش اور استقلال کو آشکارہ کرنے کا موقع ملگیا اس موقع پر جو
گفتگو ہوئی اس سے اس کی اصلی سیرت واضح ہوتی ہے۔

[2] سرجان مالکم کا خیال ہے کہ حسن تیمور کا برادر نسبتی تھا،

[3] سرجان مالکم کے بیان کے مطابق تغلق خاں نے خوش ہوکر ضلع کش تیمور کو واپس دیدیا
اور خود کاشغر واپس چلا گیا تھوڑے عرصہ بعد دوبارہ سمرقند پر حملہ کیا اور اس ملک کو فتح کرکے
خواجہ الیاس کو تخت پر بٹھایا تیمور کو اس کا وزیر بنایا لیکن تیمور نے بغاوت کی اور الیاس
کو نکال دیا پھر تغلق حملہ آور ہوا تیمور کو شکست فاش دی یہاں تک کہ وہ ملک چھوڑ کر بھاگنے پر
[illegible]

مختلف صورتیں اور شکلیں اختیار کرتی وہ خیال کرتے کہ تھوڑے فاصلہ پر پانی نظر آیا ہے جوں ہی پہونچ جاتے تو نظر آتا کہ سراب ہے، تیسرے دن ایک ویران گاؤں میں جا پہونچے اور سستانے کے لئے قیام کیا، اسی گاؤں کے قریب ایک صاف و شفاف پانی کا چشمہ بھی تھا اور چند پرندوں کا شکار کیا جو اس جگہ موجود تھے،

ہمیوں کی بیوی وہ شریک حال شہزادی الیجا[1] آغا نے ان تکالیف و مصائب کو بڑی ہمت و خوش مزاجی سے برداشت کیا اس کی موجودگی ہمیور کے نزدیک ایک فوج کے برابر تھی وہ اپنی خوش طبائعی سے دوسروں کو مسرور کرتی اور ان لوگوں کی پژمردہ روحوں کو تسکین دینے کے لئے خدمت انجام دیتی یہ تو واقعہ ہے کہ وہ ہمیور کی تسلی و تشفی کا باعث بنی رہی جبکہ اس کی زندگی مصیبتوں کے کالے بادلوں میں گھری ہوئی تھی لیکن ابھی تک بدقسمتی نے پیچھا نہیں چھوڑا تھا کہ ایک رات یہ صورت پیش آئی کہ وحشی ترکمان ان پر حملہ آور ہوئے اور قیدیوں کی طرح گرفتار کر کے اپنے پڑاؤ تک کھینچتے ہوئے لے گئے اور ایک ایسی غلیظ و گندہ جگہ میں قید کر دیا جہاں پر کہ اونٹ بندھا کرتے تھے اب ان کی مصیبتوں کا پیالہ لبریز ہو گیا ہے وہ لوگ دو ماہ تک قید رہے، کپڑوں کے چیتھڑے لگ گئے، کھانا نہایت خراب اور تھوڑا سا ملتا جس سے بیمار پڑ جانے کا خدشہ تھا، جسمانی تکلیف کے علاوہ روحانی اذیت بھی تھی، یہ جگہ مکھیوں اور کیڑوں کی آماجگہ تھی ان کو دن رات چین نہ لینے دیتے ان کی ظاہرہ حالت قفس کی سی تھی مثل ہے کہ ہر بادل میں ایک سیمیائی خط ہوتا ہے جو امید کی

[1] شہزادی الیجاہ آغا کا انتقال سنہ ۱۳۶۶ء مطابق سنہ ۷۶۷ھ میں ہوا،

رات ہو جائے، چنانچہ سپاہی جمے رہے اور رات ہو گئی، جانبین کے
کثیر نقصانات ہوئے، حسن کا گھوڑا تیر کھا کر گرا، اس کی بیوی جلد ہی سے
گھوڑے پر سے اتری اور اپنا گھوڑا حسن کو دیدیا اور خود شہزادی کے
پیچھے بیٹھ گئی اب جنگ آور علیٰحدہ ہوئے تیمور کے صرف سات آدمی
زخموں سے محفوظ تھے، یہ لوگ تیر چلاتے ہوئے پیچھے ہٹے اور تاریکی
سے فائدہ اٹھایا، یہ لوگ ساری رات گھومتے پھرے اور علی الصبح ایسے
مقام میں جا پہونچے جو مہمان نواز علاقہ تھا یہ لوگ تھکے ماندے بغیر جائے
پناہ بلا آب ودانہ بڑھتے چلے گئے خوش قسمتی سے اسی ویرانے میں ایسی
جگہ جا پہونچے جہاں ایک کنواں تھا اور اس کے ارد گرد سبز گھاس جو کہ
واقعتًا ایک نخلستان صحرائی تھا انہوں نے قدرے آرام کیا گو پریشانی لاحق
رہی کہ کہاں سنگدل بیرحم تعاقب کرنے والے پہونچ جاتے ہیں تیمور نے
دیکھا کہ تھوڑے فاصلہ پر ایک گڈریا اپنے گلہ کو چرا رہا ہے وہ اس کے پاس
گیا اور اس کی ماندوبود کو دریافت کیا اس سے ایک بھیڑ خریدی اسے
بھونا اور سب نے ملکر کھایا اور کنوئیں کے پانی سے پیاس بجھائی اندھیرا
ہونے تک اسی مقام پر پوشیدہ رہے اور چاندنی میں اپنا سفر اختیار کیا،
دوسرے دن وہ لوگ خانہ بدوش ترکمان قبیلے کے سامنے جا پہونچے [۱]
تیمور نے اپنے داہنے بازو کے یاقوتی تعویذ کو بیچا اور اس کی قیمت
سے دو گھوڑے خرید کر یوں تازہ دم ہوئے اور دو روز تک مارے مارے
پھرتے رہے نہ انسانوں کے لئے غذا ملی نہ جانوروں کے لئے چارہ ہاتھ
آیا نہ پانی ہی میسر آیا ایک ریت کا بڑا میدان تھا ریت ہوائیں اڑتی، اور

[۱] وہ لوگ جنہوں نے وسط ایشیا کا سفر کیا ہے ریت کے تودوں اور سراب وطوفان کا
تخیل کر سکتے ہیں روسوں مڈن اور اس کا صحرائے گوبی کا بیان بھی پر لطف ہے،

تیمور[۱] پھر ایک بار آزادی کی ہوا میں سانس لیتا ہے اور عرصہ تک صحرانوردی جاری رکھکر دریا کے کنارے پر جا پہونچتا ہے یہ خبر سنتے ہی کہ تیمور کے چند رفقا اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جاتے ہیں اور وہ اعلان کرتا ہے کہ میں ماوراالنہر کا وارث ہوں جو سلطنت[۲] کاشغر کا ایک صوبہ تھا، علم تیموری پر نشان ہلال نہ اسپ ہے جس کی دم سرخ ہے جو شاہی خیمہ کے سامنے شاہانہ دبدبہ کے ساتھ اڑ رہا ہے گویا یہ روشن و منوّر ضیا ہے جس کے نیچے لوگ جمع ہیں اور اس کی فاتحانہ افواج میں شریک ہو رہے ہیں دور دور سے لوگ آکر بھرتی ہو رہے ہیں اور تجربہ کار جنگجو سپاہی فوجوں میں بکثرت شامل ہو رہے ہیں۔

---

[۱] اپنی تکالیف میں وہ کبھی اپنی آخری کامیابی سے مایوس نہیں ہوا اس کے ساتھی معمولی نہیں تھے انہوں نے انتہائی مصیبت کے وقت بھی ساتھ نہ چھوڑا جبکہ اس کی بدقسمتی انتہائی درجہ تک جا پہونچی تھی وہ ہمیں آگاہ کرتا ہے کہ وہ سب کے سب بہادر و شجاع اور اعلیٰ حسب و نسب کے لوگ تھے وہ خدا کا شکر یہ ادا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جو لوگ اس سے برابری و مساوات کا حق رکھتے ہیں اس کے خادم نہ ہونے پر رضامند ہیں (سرجان مالکم جلد اول)

[۲] ملک تاتار دریائے والغا سے سمندر تک اور جیحون سے سائبیریا تک پھیلا ہوا ہے بطلیموس اس وسیع ملک کو اس طرح تقسیم کرتا ہے کہ اس طرف سیتھیا اور اس طرف آمون گنگا کے دہانہ کے شمال میں سلسلہ کوہ ہے جو کاشغر تک چلا گیا ہے جہاں وہ شمال و مشرق کی طرف دریائے ایلی کی جانب مڑ جاتا ہے اس سلسلہ کوہ کو بطلیموس آموئس کہتا ہے کہ اور سیتھیا آموئس پر واقع ہے یہ آموئس جیحون و سیحون کے درمیان واقع ہے رومی جغرافیہ دان اس کو ٹرانزکسینیا کہتے تھے اور عرب جغرافیہ دان ماوراالنہر

جہلک ہے بالآخر تیمور کی خودداری نے گوارا نہیں کیا کہ وہ عرصہ تک آزادی سے محروم رہے اور تہیہ کر لیا کہ اس قید خانے سے نکلے تاکہ ایک عظیم ترین سلطنت کی بنیادیں قائم کر سکے، بقول سرجان مالکم[1] پہلے تو اس نے ان محافظ سپاہیوں سے کہا اور ترغیب دی کہ ۔ اس کی رہائی میں مدد دیں لیکن اس کام کے لئے زر و نقد کی ضرورت تھی اس کے پاس کیا دھرا تھا جو تھا صرف خالی خولی وعدے تھے، بھلا یہ تدبیر کیا کارگر ہوتی، دیر ہوتی جا رہی ہے بے چینی بڑھ رہی ہے آخر کار یہ فیصلہ کر ہی لیا ایک وحشی و بے رحم ڈاکو کی ذلیل قید سے مر جانا بہتر ہے وہ رہائی کے لئے موقع کی تاک میں لگا رہا اور موقع پاتے ہی ایک محافظ پر حملہ کیا یہ حیلہ کارگر ہوا تیمور نے اس کے ہاتھ سے تلوار چھین لی اور تنہا جان فروشی کا ارادہ کیا مگر مقصد یہ تھا کہ وہ سردار علی عز بانی سے ملاقات کرے اور اپنی قابل رحم حالت کا اس پر اظہار کرے، محافظ ترک تیمور کی بہادری اور دلیری سے اس درجہ متعجب ہوئے کہ اس کی تلوار کے سامنے نہ پڑے بلکہ پیچھے ہٹ گئے، جب سردار نے دیکھا کہ تیمور نے جان پر کھیل کر اس تک پہونچنے کی کوشش کی ہے تو بیحد متاثر ہوا اور الم ناک قصہ سنکر تیمور کے ساتھ ساتھ اس کے رفقا کو بھی نہ صرف رہا کر دیا بلکہ یہاں تک مہربانی کی کہ ان کے لئے گھوڑے بھی مہیا کئے اور کہدیا کہ جس طرف چاہیں چلے جائیں ؛

---

[1] یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا تیمور مصائب و تکالیف کی لہروں کے روکنے کے لئے پیدا ہوا ہے ابتدائی عمر میں دانائی و شجاعت سے ہمکنار رہے اور جوانی میں اسی عقلمندی و بہادری سے ممیز و ممتاز ہے (سرجان مالکم تاریخ فارس جلد اول صفحہ ۴۵۲)

آ آ کر جمع ہوتے ہیں حتیٰ کہ چھ ہزار سپاہی اس کے جھنڈے کے نیچے
جمع ہو جاتے ہیں یہ بڑے جنگ آور سپاہی ہیں جو غرور سے اپنی مونچھوں
کو تاؤ دیتے ہیں اور لڑائی کے لئے بے چین ہیں، تیمور تھوڑے عرصہ
تک خور لیسر یا ساحل بحر عرب کے گرم علاقوں میں آرام لیتا۔ اس کے
بعد ہی خواجہ الیاس پر حملہ کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا اور گو کہ دشمن کی
فوج تیس ہزار تھی لیکن اکثر ایسا ہوا ہے کہ چھوٹی چھوٹی فوجوں نے بڑی

افواج نے اس کے وطن کو تباہ و برباد کیا تھا اور شام کی تباہی نے اسے زہر
اگلنے پر مجبور کیا وہ ہر ممکن کوشش کرتا ہے اور موقع پاتے ہی اس کی سیرت کو
بھیانک طور پر بیان کرنے لگتا ہے اس کی تاریخ ایک بے ہودہ ہجو ہے جو لائق اعتنا
نہیں دیکھو (ملا دیجو صفحہ ۷۷)

سرجان مالکم کا خیال ہے کہ تیمور پیدائشی لنگڑا تھا، جس کی وجہ سے وہ
تاریخ میں تیمور لنگ کے نام سے مشہور ہے ایک دوسری روایت ہے کہ جب
تیمور گڈریا تھا اپنے گلے کی حفاظت کرتا ہوا ایک درخت کے نیچے سو گیا ایک
فقیر ادھر سے گذر رہا تھا جس نے اس سوتے ہوئے لڑکے کی ٹانگ پر ٹھوکر مارا
اور کہنے لگا فرمانروائی و حکمرانی تیرے انتظار میں ہے اور تو خوابیدہ ہے۔ اس
ضرب نے اس کو عمر بھر کیلئے لنگڑا کر دیا ایک روایت ہے کہ تیمور کو اس زمانہ
میں جبکہ وہ گڈریا تھا ایک فقیر نے پیر پر پیر رکھے ہوئے دیکھا اور اس نے بہت
خفگی کا اظہار کیا کیونکہ اس نے کہا کہ یہ وہ نحوست ہے جو اسے ایک عظیم الشان
سلطنت کا حکمران بننے سے روکے ہوئے ہے تیمور نے اسکے حسب الحکم پیر اٹھا لیا
مگر اس فقیر نے اس کو پھر اسی طرح دیکھا اور اس بار بہت خفا ہوا، تیسری مرتبہ
فقیر نے پھر دیکھا تو اس قدر ناراض ہوا کہ وہ غصہ برداشت نہ کر سکا اور ایک
ڈنڈا ایسا رسید کیا کہ تیمور کی ٹانگ ٹوٹ گئی اور اس طرح اس نے تیمور کی نحوست

تیمور نے ان سپاہیوں میں سے اچھے اچھے سپاہی چنے اور
ان کی ایک فوج مرتب کی اور سیستان کی طرف پیش قدمی کی، اثنائے راہ
میں ایک وحشی بلوچی قبیلے کے قلعہ پر حملہ آور ہوا اور جب وہ فصیل پر
چڑھنے کا قصد کر رہا تھا کہ شدید طور پر زخمی ہوا اس کے داہنے ہاتھ
کی دو انگلیاں جاتی رہیں اور ٹانگ بھی ضائع ہو گئی جس سے وہ عمر بھر کیلئے
لنگڑا ہو گیا، اس کو اب زخموں سے افاقہ ہو رہا ہے لوگ جوق در جوق

بولتے ہیں عرب فاتحین نے سب سے پہلے جیحون کو عبور کیا جو قطیبہ کے زیر کمان
تھے جس نے ممالک بخارا سمرقند اور فرغنہ کو تسخیر کیا اور ان کو سلطنت اسلامیہ میں
داخل کر دیا

لہ جب تیمور طاقت و قوت کے عروج کمال تک پہونچ گیا تو اس کے مندرجہ ذیل
خطابات تھے،

سلطان کامران، سردار با مراد، امیر قطب الدین، سپہ سالار قطب تارہ الجان، قرخان
نسل آفتاب، تیمور ذات قران،،

تیمور نے خود کبھی خان کا لقب نہیں اختیار کیا وہ امیر تیمور کے نام سے مشہور
و معروف ہے سر جان مالکم کا قول صحیح ہے۔ کمی ڈی ہربولٹ نے غلطی کی ہے کہ اس
کو قرخان کہا ہے، یہ لفظ درحقیقت گورگان ہے، مغل شہنشاہ اور ان کی اولاد
خود کو گورگانی کہتے تھے،

لہ سب سے پہلے احمد بن عرب شاہ شامی نے تیمور کو تیمور لنگ کے نام سے موسوم
کیا جس نے فاتح کی سوانح حیات عجائب المخلوقات سنہ ١٤٤٨ء میں تصنیف کی ہے،
اس کا ترجمہ سنہ ١٦٣٦ء میں گولیس نے لاطینی زبان میں کیا اور سنہ ١٧٦٧ء و سنہ ١٧٧٢ء
میں مانگن نے جو عرب شاہ تیمور سے حد درجہ نفرت رکھتا ہے اس لئے کہ تیمور کی

آزاد کنندہ ملک و جائز فرمانروا تصور کرنے لگے[1] اب اس کے مقابلہ
میں ملا تنقور حریف اٹھ کھڑے ہوئے ان میں حسین[2] بھی شامل ہے

---

[1] سن ۱۳۶۳ء سے سن ۱۳۶۹ء تک وہ قطعی طور پر تخت سمرقند پر متمکن رہا، تیمور نے
سب سے اول یہ کام انجام دیا کہ اپنے ملک سے دیگر حملہ آوروں کو نکالا یہاں تک کہ
اپنے برادر نسبتی امیر حسین سے بھی ایک سخت جنگ کرنی پڑی جس میں وہ کامیاب رہا
سن ۱۳۶۲ء میں اس نے سیستان پر حملہ کیا ایک ہزار سوار ہمراہ تھے، سیستانی
بلوچیوں کے بہت سے قلعے چھین لئے، سیستان فارس و افغانستان کے درمیان
واقع ہے بجز شمال کے تین طرف صحراؤں سے گھرا ہوا ہے یہ ایک میدانی ملک ہے جہاں
کہیں کہیں چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں بھی ہیں ایک تہائی سطح کی ریت تو اڑتی رہتی ہے اور
دو تہائی ریت چکنی مٹی سے مرکب ہے جس کی وجہ سے جھاڑیاں بکثرت ہوتی ہیں،
اور بہت سی چراگاہیں بھی ہیں، سیستان کا دریا ہلمند ما بین دجلہ و سندھ بہترین دریا
ہے جو جھیل زرہ میں جا گرتا ہے دریا کے کنارے زرخیز کھیت ہیں خود جھیل طول
میں (۹۰) میل اور عرض میں (۶۰) میل ہے، جہاں پر نرکل کے جنگل کے جنگل ہیں،
جس کے اطراف چراگاہیں اور تمرسک کی جھاڑیاں ہیں، سیستان کے اصلی باشندے
تاجیک تھے لیکن ملک پر زمانہ دراز سے وحشی [illegible] قبائل کا قبضہ تھا سیستان سے فردوسی
کے مداحین خوب واقف ہیں اس لئے کہ وہ زال و رستم کا وطن ہے (فریزر، لفش)

[2] یہ کہا جاتا ہے کہ حسین جس قدر حریص و لالچی تھا اسی قدر تیمور سخی و فیاض تھا، جن
امیروں کو حسین نے لوٹا تھا اور مفلس کر دیا تھا وہ بھاگ کر تیمور کے پاس آگئے اور تیمور
ان کے ساتھ مہربانی سے پیش آیا زر و نقود و جواہر کے تحائف انہیں فیاضی کے ساتھ
عطا کئے جیسے ہی وہ اپنے ملک کو واپس ہوئے حسین نے پھر ننگا کر دیا اس قسم کی
ناجائز سختی تیمور کو سخت ناگوار گزری اور اس نے پوشیدہ طور پر حسین پر حملہ کرنے کا ارادہ کر لیا

بڑی فوجوں کو شکستیں دی ہیں اور ان کی دلیری و شجاعت کے کارنامے آج تک صفحات تاریخ پر مزین ہیں اکثر ایسے اتفاقات پیش آتے ہیں جو کہ انسانی معاملات کا رخ بدل دیتے ہیں عقل قوت کے مقابلے میں بے شمار فوائد رکھتی ہے چند خفیف وسائل سے مقاصد عظیمہ تکمیل کو پہونچ سکتے ہیں الغرض دونوں فوجوں کا شدید مقابلہ سیر دریا[1] کے کنارے ہوا، صبح سے دوپہر ہوئی اور دوپہر سے شام، طرفین کے سپاہی دل کھولکر لڑتے رہے لیکن فتح کا کوئی تصفیہ نہیں ہوا اور رات ہوتے ہی دونوں افواج مجبوراً الگ ہوگئیں بیان کیا جاتا ہے کہ شب میں تیمور نے خواب میں ایک فرشتہ دیکھا جو بآواز بلند کہہ رہا ہے کہ "اے تیمور تیری تلاش میں فتحمندی ہے، اور تو سوتا ہے" وہ فوراً اٹھ بیٹھا اور اپنے سپاہیوں کو اکٹھا کر کے ایسا زبردست شبخون مارا کہ دشمن نے راہ فرار اختیار کی مگر اس نے ہزیمت خوردہ فوجوں کا تعاقب نہ چھوڑا جب تک کہ انہوں نے سیر دریا عبور نکر لیا، خواجہ الیاس اس شکست فاش سے بیحد شرمندہ بحالت غیض و غضب کاشغر کی سرحد میں جا داخل ہوا، اس فیصلہ کن فتح نے تیمور کی شہرت کو دور و نزدیک پھیلا دیا، لوگ جوق جوق اس کے فوجوں میں بھرتی ہونے لگے اور اس کو

دور کی اور کہا نہ ٹانگ ہوگی نہ نحوست رہے گی (مشہور عالم)

[1] یہ وہ دریا ہے جس کے کنارے سکندر اعظم نے اسکندریہ کا سنگ بنیاد رکھا تھا یا جہاں خوجند واقع ہے جو ۵۰ طول البلد پر ہے اور یونان سے تین ہزار پانچ سو میل جانب شرق واقع ہے اس سے سکندر کی فتوحات کا اندازہ ہوتا ہے

ان سب کو اپنے پیر تلے روندڈالا اور بالآخر سنہ ۱۳۶۹ء میں بمقام بلخ[1] بادشاہی سے مزین ہو کر تخت نشین ہوا، یہ تقریب نہایت تزک و احتشام کے ساتھ منائی گئی یہ نظارہ قابل دید ہے کہ اس کے باجگزار سردار زر و جواہر اس کے اوپر سے نثار کر رہے ہیں اور نیچے عوام اور جمہور گردا گرد جمع ہیں اور صاحبقران کے نام کا فلک شگاف نعرہ لگا رہے ہیں،

بتاریخ ۱۰ رمضان المبارک سنہ ۷۷۱ھ مطابق ۸ اپریل سنہ ۱۳۶۹ء بلخ میں تیمور نے جلوس کیا اور ماوراء النہر کے بادشاہ ہونے کا اعلان کیا، مراسم تخت نشینی میں قدیم ترکی رسوم ادا کئے گئے تیمور نے بیحد عقلمندی کا ثبوت دیا کہ تاجپوشی کے لئے اس شہر کا نام انتخاب کیا اس لئے کہ یہ شہر سلطان چغتائی کے علاقے میں داخل نہیں تھا اور اس طرح تیمور نے ترکی ظاہرداری کو مجروح کرنے سے پرہیز کیا سنہ ۱۳۶۲ء میں خواجہ الیاس کا انتقال ہوا، اور امیر تیمور نے سرکاری طور پر دوسرے چغتائی بادشاہ کابل شاہ کو فرمانروا تسلیم کیا گو یہ برائے نام بادشاہ تھا، تیمور ماوراء النہر میں اس کی طرف سے والی تھا چونکہ یہ معاملہ مشتبہ سا تھا اس لئے علمائے کرام نے اس کا تصفیہ اپنے ذمہ لیا سب سے پہلے تیمور نے اپنے اقتدار کی سند دکھلائی اس نے کہا کہ میں نے مذہبی قوانین کو جاری کیا ہے اور میں نے

کھیل تھا تاریخ عالم ایسی نظیر نہیں پیش کرتی اور اس کی حیات میں اس سے زیادہ مشہور کوئی واقعہ نہیں ہے کہ فریب و چالاکی اور شجاعت و دانائی کا آپس میں اتحاد ہو تو سب عناصر ملکر اس غیر معمولی انسان کی سیرت مرتب کرتے ہیں (تاریخ فارس جلد اول صفحہ ۱۵۵)

[1] بلخ وہ مقام ہے جو قدامت کی وجہ اہل ایران کے نزدیک متبرک ہے اور اس شہر کو زرتشت سے تعلق رہا ہے اسلئے ام البلاد کہتے ہیں،

جو پہلے اس کے مصیبت کا ساتھی اور ہمدرد رہ چکا تہا لیکن تیمور نے

اور سوداگرون کی ایک جماعت پر جو قلعہ قرشی کو جا رہی تہی یہ ظاہر کیا کہ گویا وہ خراسان کے جانب پیش قدمی کر رہا ہے حسین نے مصمم ارادہ کر لیا تہا کہ وہ اس قلعہ کی مدافعت میں اپنی جان لڑا دیگا لیکن جب سوداگرون سے یہ سنا کہ تیمور دوسری طرف جا رہا ہے تو وہ عیش و عشرت میں مشغول ہوگیا تیمور کے جاسوس یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے انہون نے اس کو اطلاع پہونچائی خبر ملتے ہی وہ سو چالیس سپاہیوں کی منتخب جماعت کو لیکر آگے بڑھا جب وہ فصیل کے پاس پہونچ گیا تو اس نے اپنے دو غلامون مبشر اور عبداللہ کو ساتھ لیا تاکہ محاذ جنگ کا تعین کر سکے دوسرے دن اس نے سیڑہیاں لانے کا حکم دیا اس طرح وہ قلعہ میں داخل ہوا اور اسکو فتح کر لیا یہ مہم صرف دلیری سے سر ہوئی تیمور جب قلعہ میں داخل ہوا تو اس کے ہمراہ چند سپاہی تھے لیکن ڈہول و تُرہی بجتے ہی بہت سے سپاہی اندر داخل ہو گئے، حسین کی فوج حواس باختہ ہوگئی اور دروازہ کہولکر نکل بہاگی جب حسین کو اس حال کی خبر ہوئی تو اس نے اپنے سپاہیون کو جمع کیا اور تیمور کے محصور کرنے کی فکر کی لیکن تیمور نے حالت محاصرہ ہی میں دہاوا بول دیا اور حسین کے ہٹا دینے میں کامیاب رہا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے سپاہی بے ترتیب ہو گئے اور حسین صلح کرنے پر مجبور ہوا، ادہر صلح ہوئی اودہر کسی افسر نے حسین کو مار ڈالا معلوم ہوتا ہے کہ وہ افسر اپنے کسی عزیز کے خون کا بدلہ لینا چاہتا تہا یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ قتل بلا ایمائے تیمور نہ ہوا ہو لیکن ظاہر ہے کہ تیمور حسین کی جان بچانے کا خواہاں تہا لیکن اپنے فوجی افسرون کے کہنے سننے سے مجبور ہوگیا ہو، امیر حسین کو مینار سے کہینچ کر لائے جہاں اس نے پناہ لی تہی اور ان افسرون نے اس کو مار ڈالا ہو،

ؐ سرجان ملکم کے نزدیک قلعہ قرشی کا فتح کرنا تیمور کا بڑا کارنامہ ہے یہ جانبازی کا

شمال و مشرق اور کوہستانی علاقوں میں بہتی تھی۔ جنوب کی وادیوں اور
مغرب کے میدانوں کی طرف اس کے رخ کو بدل دیا اہل ماورالنہر ۱۳۷۰ء تا
۱۳۷۶ء تک پانچ بار ترکستان کی طرف بڑھے اور نپٹالیو لیو کی منزلوں
تک پیش قدمی کی یہاں تک کہ اپنے پیش رو بہادروں کی خاک تک کو بھی
روند ڈالا، اس کی شریک حال جانباز بی بی ترکان آغا کا دل قبائلی غرور سے
معمور ہو جاتا ہے اس لئے کہ تیمور اب ایک بادشاہ کی حیثیت سے تخت نشین
ہے اور یہ امر اس کے لئے کچھ کم باعث ناز و فخر نہیں کہ اس کا شوہر اپنے
خاندان میں سلطان خیرالدین کی حسین دختر دل شاد آغا کو بیاہ کر لاتا
ہے گویا یہ پہلا موقع ہے کہ سلطان جنوبی سلطان شمال کی شہزادی
کو اپنے قوت بازو سے لے آتا ہے،

اب جب کہ وسط ایشیا کا دارالسلطنت المالک سے سمرقند منتقل
ہو گیا ہے اب جبکہ علما بخارا چغتائی زبان میں گفتگو کرتے ہیں، اور ماوراءالنہر
کے ادیب غیر مہذب ہیں۔ بابان پہلو میں شعر و سخن کرتے تھا یہ نیا سلطان
سمرقند اور سیحون کے داہنے کنارے پر نہیں رک سکتا تھا اور نہ دوسری
جانب ایرانی کفار کے ہاتھوں میں خراسان چھوڑ سکتا تھا یہ ممکن نہ تھا کہ

---

۱ دریائے سیحون جو کہ سمرقند کو خراسان سے جدا کرتا ہے یہ مشہور دریا پامیر کی
سے نکلتا ہے جو سطح سمندر سے ۱۵۶۰۰ فٹ بلند ہے۔ پانی کی چادر طویل ہے چوڑی میل
اور عرضا ایک میل ہے سطح مرتفع پر واقع ہے جس کو یہاں کے باشندے "بام دنیا"
کہتے ہیں یہ دریا بدخشان کی وادی کو سیراب کرتا اور پہاڑی علاقوں سے گزرتا ہوا
صحرا میں جا داخل ہوتا ہے۔ قدیم شہر بلخ کے جنوب ۲۰ میل پر پہاڑی علاقہ میں
واقع ہے اور خیوا کے پاس سے بہتا ہوا بحر یورال میں جا گرتا ہے اس کے

بلاد اسلام میں شریعت کے مطابق احکام نافذ کئے ہیں فقہائے اسلام نے
میری تائید میں فتویٰ دیا ہے جو یہ ہے :۔ ہر صدی میں اللہ تعالیٰ بزرگ
و برتر ایک شخص کو حامی و ناشر دین محمدی پیدا کرتا ہے ۸۰۰ھ میں تیمور
صاحبقران بطور محی الدین والملت متصور ہوگا ،

تیمور جس نے بادشاہ کو اس کے خطابات اور حقوق شاہی سے
محروم نہیں کیا یہاں تک کہ سکہ بھی بادشاہ کے نام سے مسکوک ہوتا تھا،
ایک آن واحد میں سلطنت کی کایا پلٹ دی اور بادشاہ کو پس پشت
ڈالدیا اور مساجد میں خطبہ اپنے نام سے جاری کرادیا اس نے اسلامی
روایات کو بجائے ترکی اور منگولی روایات کے رائج کیا، اس لئے کہ
قدیم حکومتی قانون لیسق اور رسمی قانون سے "لیسق کی بجائے" جدید آئین
تزک قرار پایا اور رسمی قانون کے بجائے قانون مذہبی (شریعت) کی ترویج
واشاعت کی ،

تیمور نے سب سے اول اپنی طاقت سے یہ کام لیا کہ ان شہزادوں
اور خاندانوں اور مفسدوں کو جلاوطن کیا جن کو مغلوں کی اولاد ہونے کا
ادعا تھا جو لیسق کی طرفداری میں اس کو پریشان کرتے یا سلطنت کے دعویدار
ہوتے ایک مورخ لکھتا ہے کہ تاریخ میں یہ پہلا واقعہ ہے کہ جنوبی لوگ
اس کے جھنڈے کے تلے جیحون کو پار کرتے ہیں یہ وہ دشوار گزار رکاوٹ
تھی جسے عبور کرنے کی قوت نہ تو اہل ہخمنیہ اور نہ اہل ہفالیہ اور نہ اہل
ساسان کو حاصل ہوئی تھی جو کام کیخسرو، سکندر اور خسرو سے انجام نہ پاسکتا تھا
اسے تیمور جیسے قبیلہ برلاس کے ایک گمنام امیر کے بیٹے نے انجام کو پہنچایا
وہ ایرانی رستم سے انتقام لیتا ہے، تیمور نے اس نہر کو جو صدیوں سے

سلطنت سمرقند صرف پانچ سو مربع میل تھی، ظاہر ہے کہ تیمور جیسا حوصلہ مند اس پر اکتفا نہیں کر سکتا تھا وہ تو اس سے کہیں بڑی سلطنت کا خواہاں تھا اس کا خیال تو ساری دنیا فتح کرنے کا تھا اس کا اصول یہ تھا کہ سارا جہاں ایک خدا کے تحت ہے اور خدا مالک واحد ہے، تو زمین پر اس کا نائب وخلیفہ بھی ایک ہی ہونا چاہیئے، پس اس نظریہ کے تحت اس نے قرب وجوار کے ممالک پر نظر ڈالی اور اس کے فتح کرنیکا عزم بالجزم کر لیا خدا کی باتیں خدا ہی جانے، لیکن یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا کو یہ منظور ہے کہ وہ دنیا کے بہترین حصوں پر حکومت کرے اس لئے اس نے تمام انسانوں میں سے صرف اس کو چن لیا اور اس کو دل و دماغ کی ایسی عمدہ ولاجواب صفات عطا کیں جو لوازمات کامیابی ہیں،

تیمور[1] کے اعضا مضبوط تھے اس کا جسم سڈول تھا اس کے بشرے سے علامات شاہی کا اظہار ہوتا تھا، جنگ میں وہ شیر کی طرح خونخوار ہو جاتا

کیا جاتا ہے اور ہر ایک کشتی میں ڈیڑھ سو آدمی بیٹھ کر پار ہو سکتے ہیں، ہر زمانوں میں سارے فاتحین نے دریائے سیحون کو عبور کرنے کیلئے کشتیوں کے پل بنائے ہیں تاکہ ان کی فوجیں دریا کے اس طرف پار ہو سکیں،

[1] عرب شاہ تیمور کی بابت لکھتا ہے کہ وہ متوسط قد، چھریرا بدن، فراخ پیشانی، بڑا سر گورا رنگ، چہرہ سرخ وسفید چوڑے کندھے، گول انگلیاں قدرے طویل رانیں مضبوط اعضا، تھا کیونکہ وہ خود بہادر تھا اس لئے بہادر سپاہیوں کو پسند کرتا اور خوب واقف تھا کہ لوگوں سے کس طرح عزت کرائی جاتی ہے اور اطاعت کروانے کے کیا طریقے ہیں،

پیلو گیو یو جو تیمور سے بخوبی واقف ہے اس کی بہادری کی بیحد تعریف کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ اس نے تاتار کی بڑی کمان کو طاقت سے کان تک سیدھا کھینچا، یہ کام بڑے ہی دل کا شخص کر سکتا ہے،

اس زرخیز و شاداب علاقے کو چھوڑ دیا جاتا اور مغرور ماوراالنہر کیلئے
اس کو سر نہ کیا جاتا وہاں پر اناج کی بہتات تھی آبرسانی کے عجیب و غریب
طریقے جاری تھے آبپاشی کے عمدہ نظام کے تحت غلہ خوب پیدا ہوتا
تھا اعلیٰ درجہ کے ہتھیار تیار ہوتے تھے اور بہترین قالین بنتے تھے
اور ایسے ایسے مشہور و معروف شہر موجود تھے کہ جن کا لینا نہایت ضروری
تھا یہ مشہد مقدس نیشاپور قدیم مرو ملکہ عالم اور ہرات درخشان و منور
کے القاب سے موسوم تھے، تیمور کہتا ہے کہ میں نے بیحد درجہ دانائی
سے کام لیا کہ چپکے ہی چپکے ہرات پہونچ گیا، غیاث الدین پر اچانک
حملہ کیا جو غفلت کی نیند پڑا سوتا تھا، سب لوگوں نے اسے چھوڑ دیا
وہ شہر کے باہر نکل آیا، خزانہ و ملک و سلطنت میرے حوالے کر دی،
خراسان فتح ہوا، اور خراسانی امیروں نے میری اطاعت قبول کرلی
(۲۰ اپریل ۱۳۸۱ء) تاریخ عالم

دونوں طرف تقریباً ایک ایک میل وسیع قطعات ہیں جن کو سیراب کرتا ہے دوسرا
دہانہ بحر اخضر میں جا گرتا تھا لیکن اب وہ نہر خشک ہوگئی ہے یہ جہاز رانی کے قابل ہے
اور اس میں قمندوس تک جہازوں کا پتہ نہیں یہ چھ سو میل کا فاصلہ ہے لیکن اسکے
داہنے پر دلدلیں ہیں اوسط عمق نو فٹ ہے اور لہریں گھنٹہ چار ناٹ کی رفتار سے
چلتی ہے طوفانوں کا آغاز ماہ مئی سے ہوتا ہے اور ماہ اکتوبر میں ختم ہو جاتا ہے
اکثر دریا جاڑوں میں جم جاتا ہے یہاں پر جو کشتیاں چلتی ہیں وہ بہت گہرے بند کی
ہوتی ہیں، ہر کشتی پچاس فٹ لمبی اور اٹھارہ فٹ چوڑی ہوتی ہے اور جب کشتی پر بار
ہو تو اس کا گنوال (جہاز کے اوپر کا کنارہ) سطح آب سے تین فٹ بلند رہتا ہے وہ
کلاڑی کے شہتیروں سے بنائی جاتی ہے جن کو لوہے کی پتھروں سے وصل کر کے مضبوط

مانگتا اور فتح نصیب ہونے کی صدق دل سے دعا کرتا پس کچھ تعجب نہیں اگر اس کے سپاہی یہ سمجھتے تھے کہ وہ ساحرانہ حیات سے متصف ہے اور ہر معاملہ میں خدا اس کو کامیابی عطا کرتا ہے لوگ مختلف قسم کی کراماتیں اس کے نام سے موسوم کرتے تھے ان کو یہ یقین تھا کہ اس کے پاس وہی زرہ بکتر ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام نے بنائی تھی اسکی عقیق کی انگشتری کا رنگ بدل جاتا تھا اگر کوئی شخص اس کے سامنے جھوٹ بولتا تیمور کی زندگی جو مصائب سے پر تھی اور تھوڑے عرصہ پہلے وہ ایک جانباز سپاہی تھا اب یہ "حیات" شان و شوکت عز و وقار عیش و آرام حکمرانی فرمانروائی میں تبدیل ہو گئی ہے[1]،

---

[1] کلاویجو نے ان شاہی دعوتوں کا ذکر کیا ہے جن میں وہ خود شریک تھا ہم اس کے روزنامچہ سے تھوڑا سا اقتباس ہدیہ ناظرین کرتے ہیں، تاریخ ۱۰ اکٹوبر روز دوشنبہ امیر نے ایک وسیع پیمانے پر دعوت کرنے کا حکم دیا۔ یہ خیمے کا شہر فوجوں سے معمور ہے اور یہ فوجیں میدان میں مقیم ہیں حکم ہوا کہ امیر تیمور کی مستورات اعزہ و اقارب شہزادہ اور انکی اولاد مشیران شاہی اور جمہور اس مقام پر جمع ہوں مقررہ دن پر تمام سفراء طلب کیئے گئے جوں ہی وہ پہونچے انہوں نے خوبصورت شامیانوں کو دیکھا اور دریا کے قریب کے خیمے بے حد درجہ دلفریب منظر پیش کر رہے تھے، خیمے قطار در قطار تھے اور ان کے درمیان میں سڑکیں چھوٹی ہوئی تھیں اور وہ شاہی خیمے کے قریب پہونچے جو کہ میزبان اعظم کے لئے مخصوص تھا اس خیمے کے قریب ہی دوسرے خیمے میں یہ لوگ بٹھائے گئے جو سفید کتان کا بنا ہوا تھا جس پر زردوزی کا کام ہوا تھا اور زنگار رنگ کے کپڑوں کے ٹکڑوں سے آراستہ تھا وہ محفوظ اور کافی وسعت رکھتا تھا اور ڈوریوں سے دو چوبوں پر رکھکر کسا گیا تھا وہاں پر بہت سے اس قسم کے شامیانے تھے جو اس میدان میں

اور دشمن پر ایسی پھرتی سے حملہ کرتا کہ گویا بجلی کوند گئی اس کی آنکھیں غصہ کے مارے چمکنے لگتیں، آواز اس قدر بلند ہو جاتی کہ اس کے قریب کے لوگ خوف زدہ ہو جاتے وہ بالطبع نڈر واقع ہوا تھا کہ خطرے و خدشے کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتا تھا ہم دیکھتے ہیں کہ وہ گھمسان لڑائی میں شریک ہے اور ہر جنگ میں اول ہی اول ہے وہ تو بنی نوع انسان کا فطری رہنما ہے جب وہ دیکھتا تھا کہ اس کے سپاہی کٹ کٹ کر گر رہے ہیں اور تعداد میں کمی ہو رہی ہے وہ دل برداشتہ نہ ہوتا بلکہ ہمت سے کام لیکر اپنے سپاہیوں میں زیادہ اعتماد پیدا کرتا تھا مگر اپنے دشمنوں کے ساتھ نہایت درجہ بے رحمی کا سلوک کرتا جو مخالف لوگ ہوتے اور اطاعت آمادہ نہ ہوتے، بیرحمی سے پیروں کے تلے روندے جاتے لیکن اگر وہ اطاعت قبول کرتے تو وہ بحد درجہ فیاضی کا ثبوت دیتا، مہربانی کا برتاؤ اس قدر کرتا کہ وہ خود اس کے مقصد کی تائید کرنے لگتے، یہ تو ہمیں معلوم ہے کہ وہ اپنے زمانے کی فطرت و طبیعت کے لحاظ سے نہایت ہی موزوں شخص تھا اسواسپاہیانہ اور مدبرانہ اعلیٰ اوصاف کے وہ خدا سے ڈرنے والا انسان تھا وہ حضرت پیر زین الدین سے مشورہ لیا کرتا اور آپ کو اپنا ہادی و پیشوا سمجھتا اور یہ بھی جانتا تھا کہ آپ فلسفی بھی ہیں جب آپ نصیحت فرماتے تو گویا دل و جان سے سنتا اور جب آپ سرزنش فرماتے تو نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کرتا۔

وہ عمر بھر خوابی رہا اور خوابیں دیکھا کرتا ان کی تعبیروں کی اہمیت سمجھتا وہ ہمیشہ قرآن شریف سے رجوع ہوتا جب کوئی تازہ اور اہم مہم سرانجام دینی ہوتی وہ رات میں خدا کے حضور میں گڑگڑا کر دعائیں

چند سیاہ خیمے تھے لیکن اب تو یہ کمپ واقعاً متحرک شہر ہے، جس کے خیمے
کرمچ کے بنے ہوئے ہیں، یہ شہر مسلسل تین[۱] سال تک ہزارہا خیموں کے
ساتھ اس کی حکومت کا مرکز رہا اور اس کی فتوحات و ظفر یابیوں کا
نظارہ گاہ بنا رہا، تیمور نے حرم سرا کیلئے سرخ بانات کا شامیانہ تیار
کرایا جس پر زردوزی و مینا کاری کا کام ہوا تھا اور جس پر موتیوں اور
جواہر کی لڑیاں لٹکتی تھیں، مسجد بہت خوبصورت تھی اور خیمۂ مسجد بے حد
صناعی و کاریگری کے ساتھ بنایا گیا تھا، منبر اور اس کی سیڑھیاں خوب
سجائی گئی تھیں ان خیموں کا تخیل یوں ہو سکتا ہے کہ ایسی گاڑیاں جنکے
پہیئوں کے درمیان بیس[۲] فٹ کا فاصلہ ہوتا اور ان کو مضبوط گیارہ
بیل کی جوڑی کھینچتی وہ خیمے ان پر لدے ہوتے،

مورخ نے لالہ رخ کے شہر خیمگان کی تصویر کھینچی ہے اس لئے اس
کے جاہ و جلال شان و شوکت، قوت و طاقت اور حسن و جمال کے ایسے
نظارے بیان کئے ہیں کہ تخیل مسحور ہو کر رہ جاتا چند اشعار پیش کئے جاتے
ہیں تاکہ اس طاقتور آدمی کی قوت کا اندازہ ہو سکے جس نے ایشیا کو قلیل
عرصے میں اس سرے سے اس سرے تک روند ڈالا، سوائے چین کے
کوئی ایشیائی حصہ ایسا نہیں ہے جس کو تیمور نے فتح نہ کیا ہو،

چولوں میں حرکت پیدا ہو جاتی تو لوگ اس کے اوپر چڑھ جاتے اور جو شئے ڈھیلی
ہو گئی ہے، اس کو ٹھیک کر دیتے یہ شامیانہ اس قدر وسیع و بلند تھا کہ دور سے
قلعہ معلوم ہوتا تھا یہ تو قابل دید نظارہ تھا اس کی خوبصورتی کا اندازہ بیان سے
باہر ہے،

ترجمہ اشعار

۱۔ یہ کس کے طلائی خیمے ہیں جو راستہ پر ہجوم کئے ہوئے ہیں،

اس کی ابتدائی ترقی کے زمانے میں اس کے کمپ میں معدودے
نصب تھے ان کو طویل و بلند بنایا گیا تھا تاکہ سورج کی روشنی تو رک سکے مگر ہوا بآسانی آ سکے
اور ان شامیانوں کے قریب ایک بہت بڑا اونچا شامیانہ تھا جو تقریباً تین بانس
اونچا سو قدم چوڑا چھت مثل گنبد کے گول تھی وہ بارہ چوبوں پر قائم تھا یہ اتنی اونچی
تھیں جتنا کہ قد آدم ہوتا ہے اس پر نیلگوں سنہری اور رنگارنگ کا کام ہوا تھا، ہر
گوشہ میں چوب دی گئی تھی، تین تین ملاکر باندھی جاتیں تاکہ ایک ہو جائیں اور جب وہ
لوگ خیمہ نصب کرنا چاہتے تو گاڑی کے پہیوں کی طرح کے چھوٹے پہیے کام میں لاتے
اور رسیاں کام میں لائی جاتیں جو ہر طرف پھیلی رہتیں کہ ان کو روکیں شامیانے کی چھت
کے گولائی سے ریشمی کپڑے کے ٹکڑے ہر چوب کے درمیان لٹکتے اور اس صورت سے
لٹکائے گئے تھے کہ انہوں نے ایک کمان کی صورت اختیار کر لی تھی اس مربع شامیانے
کے بیرونی حصہ کو چوبوں سے ٹھیک کیا گیا تھا جو دہلیز کا کام دیتا تھا اس میں چوبیس[۲۴]
چوبیں کام میں لائی گئی تھیں گو درمیانی چوبوں جیسے طویل نہ تھیں اس طرح وہ شامیانہ
چھتیس چوبوں پر کھڑا تھا وہ تقریباً پانچ سو سرخ رسیاں ہر طرف پھیلی ہوئی تھیں شامیانے
کے اندرونی حصے قرمزی رنگ کے کپڑے سے مزین تھے جس پر ریشمی کپڑے کے ٹکڑے
خوبصورتی سے جمائے گئے تھے اور سنہری سلمہ سے زردوزی کا کام ہوا تھا، چھت
منقش تھی اور چو گوشوں پر چار عقاب بنائے گئے تھے جن کے پر بند رہتے تھے شامیانہ کے
باہر کی جانب سیاہ و سفید و زرد ریشمی پٹیاں تھیں ہر کونے میں ایک اونچی چوب تھی
جس پر تانبے کی گنبد اور اس کی چوٹی پر ہلال بنا ہوا وسط میں اونچی چوب جس پر تانبے
کی گنبد اور ہلال بنا ہوا ان چوبوں کے درمیان شامیانے کی چوٹی پر ایک ریشمی
کپڑوں کے ٹکڑوں کا تیار بنا ہوا جن میں چھوٹی چھوٹی برچھیاں لگی ہوئی تھیں اور
اس کے قریب ہی باب داخلہ بنایا گیا تھا یہ شامیانہ ہلنے لگتا جب ہوا چلتی یہاں تک کہ

لا تعداد جنگوں کا مفصل حال معلوم ہو جاتا ہے لیکن ہم مختصر طور پر ان واقعات کو بیان کریں گے،

وہ فارس کی جانب پیش قدمی کرتا ہے اور اصفہان، شیراز قرمز، بغداد، اڈیسہ کو مفتوح کرتا ہوا دجلہ و فرات کے کناروں کے ممالک و بلاد کو سرنگوں کرتا ہے فوجیں یکے بعد دیگرے شکست کھا کر بھاگ رہی ہیں اور اس کی فتحمند فوج دیکھ رہی ہے کہ دوسری فوجیں بھیڑوں کے گلّے کی طرح فرار ہو رہی ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے بادشاہ و سلاطین مثل منصور، احمد، ابراہیم، مظفر، زمین بوس ہو کر اس کی خلعت شاہی کو بوسہ دیرہے ہیں، جب ابراہیم والی شیروان صلح کے لئے خدمت امیر میں حاضر ہوا تو نذر شاہی کے واسطے چند

شتر بانوں کے گیت، ہتھیاروں کی جھنجھناہٹ اور

دس ہزار خیموں کے شور و غل کی آوازیں ہوا میں تلاطم پیدا کر رہی ہیں

فوجی راگ، گھنٹے و طنبور کے خوفناک آوازوں کے ساتھ سنائی دیتے ہیں،

جب تھوڑا وقفہ ہوتا ہے تو کرخت آوازیں آنی بند ہو جاتی ہیں،

تب بانسری اور قرنے کی مست کرنے والی اور محو بنانے والی

آوازیں سنائی دیتی ہیں،

الپ سینائی ترہی کے عقابی راگ کے نکلتے ہی

دوسری آوازیں اور راگ بند ہو جاتے ہیں

از ہومر..

ان سب واقعات کی ایک تاریخ شرف الدین علی یزدی نے مرتب کی ہے جو چھ جلدوں پر مشتمل ہے جن سے تیمور کے بیشمار محاصروں اور

(۱) کل تک تو اس دیرانے پر عالم خموشی طاری تھا،
یہ جنگی شہر چند گھنٹوں کے اندر ہی نمودار ہو گیا
گویا اس شخص کی ساحرانہ قوتوں کا نتیجہ ہے،
جس نے پلک مارتے ہی سر بفلک جبل بیابان کو ایوان عالم بنا کھڑا کیا،
یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر طرف جادوگری کی گئی ہے۔
جہاں تک نگاہ جاتی ہے مسحور ہو جاتی ہے،
یہ خیموں کی دنیا نیا رو برج چمکدار ہتھیار جو سورج سے زیادہ تابان ہیں،
شاہی خیمے اور شامیانے قرمزی کپڑے کے پردے۔
ان کی چوٹیوں پر سونے کے گنبد۔
جنگی گھوڑے جنکی جھولین، ان کی لگامیں اور ڈوریاں
آفتاب کی روشنی میں جگمگا رہی ہے،
ان کی چھوٹی چھوٹی پر لحن گھنٹیاں ہوا چلنے سے بجنے لگتی ہیں،
(۲) لیکن کل رات تک تو خموشی طاری تھی،
یہ وسیع میدان ہُو کا عالم بنا ہوا تھا
کبھی کبھی دور سے شورغل کی آوازیں آتیں۔
یا جھاڑیوں میں سے کبھی کبھی چڑیوں کے چہکنے کی آواز آتی،
دیکھو کیا سے کیا ہو گیا کہ ہر قسم کی بے ترتیب آوازیں ہیں چیخ و پکار ہے۔
ہنسی، قہقہے ہیں شور و غل ہوائیں ارتعاش پیدا کر رہے ہیں،
گھوڑوں کی ہنہناہٹ لدے ہوئے اونٹوں کی قطاروں کی جھنجھناہٹ کھڑکھڑاہٹ

خلاف کوئی کام کرتے، بیان کیا جاتا ہے کہ شہر اصفہان کی کنجیاں اسکے

سلہ دوسری روایت ہے کہ اس زمانہ میں زین العابدین بن شاہ شجاع حکمران اصفہان تھا اس کے باپ نے اپنے نوجوان بیٹے کو تیمور کی حفاظت میں دیدیا تھا تیمور نے اس کو اپنے دارالسلطنت میں طلب کیا لیکن زین العابدین نے بجائے تعمیل حکم اس کے ایلچی کو قید کر دیا، یہ سنتے ہی تیمور نے اصفہان پر فوج کشی کی اور جیسا اوپر بیان کیا گیا ہے کہ شہر کی رعایا کے جان و مال سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا لیکن کہا جاتا ہے کہ ایک لوہار نے غلطی سے جنگی ڈھول بجا دیا اور اتفاق سے وقت بھی رات کا تھا اور یہ خبر اڑ گئی کہ تیمور کی فوج شہر کو تباہ و برباد کرنا چاہتی ہے، لوگ جوق در جوق نکل پڑے اور غصہ کی حالت میں سوتے ہوئے مغل سپاہیوں پر حملہ آور ہوئے اور تین ہزار سپاہیوں کو مار ڈالا، جب تیمور کو اس واقعہ کی اطلاع دی گئی تو اس نے احکام جاری کر دیئے کہ باشندگان شہر کا قتل عام کیا جائے (تاریخ فارس از سرجان مالکم جلد اول صفحہ ۱۶۴)

ایک روایت یہ ہے کہ ۱۶ر نومبر ۱۳۸۷ء کو بوقت شب ایک نوجوان علی قوچاپہ نے ایک گروہ بدمعاشوں کا جمع کیا اور بہت سے چغتائی سپاہیوں کو مار ڈالا، تیمور کو اس خلاف ورزی پر غصہ آگیا اور اسنے قتل عام کا حکم دیا تب وہ شیراز کی طرف گیا اور منطفر کو باگ حکومت سپرد کی اور فتح کے شادیانے بجاتا ہوا سمرقند واپس ہوا،

۱۳۸۶ء تا ۱۳۸۷ء میں اس نے خراسان، مازندران، سیستان، قندھار، آذربائی جان اور جارجیا کو اپنے مقبوضات میں شامل کیا احمد الجانی سلطان بغداد کی بیرحمی اور بدنظمی سے تنگ آکر رعایا نے تیمور سے التجا کی کہ ان کی حفاظت کرے اس سلطان نے سرجان مالکم کے خیال کے مطابق یہ خطاب اس وجہ سے اختیار کیا تھا کہ وہ اپنے آپ کو ہلاکو خان کی نسل سے خیال کرتا تھا سنہ ۱۳۹۳ء میں اس کی فوج شہر میں

تحائف بموجب دستور تاتار لایا وہ تحائف نو رکشی تھاں، نو گھوڑے نو جواہر، اور نو غلام پر مشتمل تھے تیمور نے ان تحائف کو دیکھا اور شمار کرایا، چونکہ تیمور کی طبیعت میں ظرافت بھی تھی، جب غلام گنے گئے تو وہ صرف آٹھ تھے اس نے دریافت کیا کہ نواں غلام کہاں ہے، ابراہیم آگے بڑھا اور ادب سے جھک کر عرض کیا کہ میں خود نواں ہوں، تیمور اس بات سے بیحد خوش ہوا اور ابراہیم کی سلطنت اسی کو واپس کردی، صوفی شاعر حافظ شیرازی جب فاتح اعظم کے سامنے پیش ہوئے تو بادشاہ نے ان کا یہ شعر یاد دلا کر کہا،

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل مارا
بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

کہ میں نے تو ان کو بہ دشواری فتح کیا، اور اپنے ترکی معشوق کیلئے تم نے میرا دارالسلطنت بخشدیا، حافظ نے جواب دیا کہ یہ واقعہ صحیح ہے اور یہ خود حافظ کی شہرۂ آفاق فیاضی و سخاوت ہے جس کی وجہ سے وہ مفلس ہوگیا ہے، تیمور خوش ہوا اور شاعر کا مقصد سمجھ گیا اور ایک توڑا اشرفیوں کا نذر کیا،

لیکن وہ انتہائی غیظ وغضب کے وقت آپے سے باہر ہو جاتا کہ لوگ خوف کھانے لگتے، اور ان لوگوں کو سخت ترین سزائیں دیتا، جو اس کی عدول حکمی کرنے کی جرات کرتے یا اس کی خواہش و مرضی کے

---

[1] کلاویجو (صفحہ ۱۴۰) بیان کرتا ہے کہ وہاں پر یہ رسم ہے کہ جب بادشاہ کے حضور میں تحائف پیش کئے جائیں تو ان کی تعداد ۹ ہونی چاہیئے یا وہ نو چیزوں پر مشتمل ہوں،

باغیوں کے سروں کا ایک مینار اپنے سپاہیوں کی لاشوں پر چنا تاکہ بطور یادگار رہے یہ تو ایسی چیز ہے کہ دہشت کا ڈر کے مارے خون خشک ہو جاتا، جن لوگوں نے اس تکلیف دہ منظر کو دیکھا ہے وہ یہ کہنے سے قاصر ہیں کہ زیادہ دن میں زیادہ خوف معلوم ہوتا تھا یا رات میں صبح ہوتے ہی ہزاروں گدھ ان لاشوں پر آ جمع ہوتے اور شکم سیر ہوتے سر شام بھیڑیے اور گیدڑ جمع ہو جاتے اور اس مکروہ ڈھیر پر جی کھولکر لٹتے، بغاوت کیلئے سخت ترین سزا درکار ہوئی تو تیمور نے سخت ترین سزا دینے میں تامل نہیں کیا کہ آئندہ ایسے حادثات کا سد باب ہو، (تزکات صفحہ ۱۱۹) شرف الدین علی تاریخ تیمور بیگ جلد دوم صفحہ ۲۹۲،

مغلوں نے ارمض پر حملہ کیا اور یہاں کے باشندے ایک ویران آتش فشاں جزیرے میں بھاگ کر چلے گئے جو خلیج فارس کے شمال میں ہے، اور بطور یادگار قدیم اس شہر کا نام بھی ارمض رکھا اس جدید ارمض کے بادشاہ نے دانائی سے خیال کیا کہ تیمور کو خراج بھیجے عبد الرزاق سفیر شاہ رخ جو ۱۴۴۲ء میں ہندوستان روانہ کیا گیا تھا، بیان کرتا ہے کہ یہ ایسا مقام ہے کہ دنیا میں کوئی شہر اس کا ثانی نہیں، شام، مصر، روم فارس، عراق، خراسان، ماوراالنہر کے تجار سوداگر اور جاوا۔ بنگال، سقوطرا، تیزیم مالابار، گجرات اور عرب کے باشندگان یہاں آتے جاتے ہیں یہاں ایسی ایسی نادر چیزیں لاتے ہیں جیسی کہ آفتاب و قمر و بارش تینوں متحد ہو کر اپنی صناعی سے کوئی شئے پیدا کریں دیکھو ہندوستان پندرہوں صدی میں از حق لفت سوسائٹی و نیز کلاویجو صفحہ ۹۴ فی زمانہ تو یہ شہر ویران ہے، جو غیر آباد جزیرے کی حیثیت رکھتا ہے صرف قدیم ارمض کی عظمت و شان کی تصدیق کرتا ہے غرض یہ ہے کہ وسط ایشیا کے کل لوگوں نے اس کو شہنشاہ تسلیم کر لیا تھا،

حوالے کی گئیں تو اس نے لوگوں کی جان بخشی کی اور ان کے مال ومتاع کو ہاتھ نہیں لگایا، لیکن رات کے وقت کچھ بدمعاشوں نے شوروغل مچاکر فساد برپا کر دیا جس میں اس کے تین ہزار سپاہی مارے گئے تیمور نے غضبناک ہوکر حکم دیا کہ شہر کے باشندوں کے ساتھ بے حد سخت برتاؤ کیا جائے، چنانچہ ستر ہزار آدمیوں کی جانیں ضائع ہوئیں، اور ان

جنگ کے بعد فتحمند ہوکر داخل ہوئی اور احمد وہاں سے نکل بھاگا،

تیمور نے حضرت امام حنبل کا مقبرہ دوبارہ تعمیر کرایا اور پھر جارجیا کی طرف پیش قدمی کی ۱۳۹۴ء اسی اثناء میں اس کے دو پوتوں الغ بیگ اور ابراہیم کی ولادت کی خوشخبری پہونچی، یہ تقریب میدان فارس میں بڑی شان وشوکت اور تزک احتشام سے منائی گئی، تیمور کا تخت شاہی شاندار خیموں کے درمیان آراستہ کیا گیا جس کے چوطرف پریجمال کنیزیں قطار در قطار کھڑی تھیں، گویّے اور مطرب پیچھے کھڑے ہوئے تھے، مرزا، امراز نودبان اور غیر ممالک کے امراء جو ایران وتوران سے آئے تھے شریک محفل ہوئے سب لوگ قوی وذی اقتدار فرمانروا کی سلامتی وبہبودی کیلئے دعائیں کررہے تھے یہ تقریبات مسلسل آٹھ روز تک ہوتی رہیں،

تیمور نے تختہ موس پر حملہ کیا اور اس کو شکست دی اس کے مقابل معرکے میں فتحمند رہا۔ اور تختہ موس تخت سے اتار اگیا، عرس خان کے بیٹے کو تخت نشین کیا گیا، جارجیا کے میدانوں میں امیر کے حکم سے بڑا بہاری تہوار بطور تقریب منایا گیا بحر خضر کے مغربی وشمالی کناروں کے سرداروں نے اس کی فرمانروائی کو تسلیم لیا، ارمض باجگذار ہوگیا اور اپنا خراج ادا کیا یہ دولت مند شہر خلیج فارس میں ہے۔ ارمض تو زمانہ دراز سے تجارت کی منڈی رہا ہے، اس کو سب سے پہلے عربوں نے آباد کیا یہ شہر صدیوں امن وامان اور تجارتی فوائد سے لطف اندوز ہوتا رہا ۱۲۹۰ء میں

سواحل مليبار

میں

اشاعت اسلام

تحفۃ المجاہدین فی بعض اخبار البرتگالیین کی قسم ثانی کا ترجمہ

یہود و نصاریٰ کی ایک جماعت مدت سے کدنکلور میں آباد تھی[1] یہ شہر ملیبار کا دار الحکومت تھا۔ اور اسی جگہ راجہ رہا کرتا تھا یہ لوگ ایک

---

[1] ایک قدیم روایت ہے کہ ایران کے بادشاہ کیخسرو نے جب یہودیوں کو ایران سے خارج کر دیا تو خلیج فارس کے راستہ سے ملیبار میں آکر کوچین میں آباد ہو گئے تھے۔ ڈاکٹر فورسٹر نے ایک پرتگالی تصنیف یہودیان کوچین کے حوالہ سے لکھا ہے کہ سنہ ۳۶۹ء کے قریب یہودیوں کا ایک گروہ جس میں سات آٹھ ہزار نفوس شامل تھے۔ اندلس کے جزیرہ میورقہ سے روانہ ہو کر ساحل ملیبار پر وارد ہوا اور یہاں کے شہر کوچین میں سکونت اختیار کی۔

وصیت نامہ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر

در باب تقسیم مملکت

راجہ جے سنگھ سوائی والی جے پور کے دیوان راجہ آیا مل نے شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے ایک مکاتیب کا مجموعہ "دستور العمل آگہی" کے نام سے سنہ ۱۱۵۶ھ میں مرتب کرایا تھا اس کا اختتام اس وصیت نامہ پر ہوا ہے اس کے دو مخطوطے سنہ ۱۱۹۰ء اور سنہ ۱۲۴۲ھ کے لکھے ہوئے ہمارے یہاں موجود ہیں اور ان دونوں سے ہم نے اس وصیت نامہ کی تصحیح کی ہے

بادشاہ بیکس بودم بیکس رفتم از فرزندان سعادتمند ہر کہ سلطنت نصیب شود کام بخش را اگر قانع بر دو صوبۂ جدید باشد مزاحمت نرسانند

وزیری بہ از اسد خان نخواہد بود و دیانت خان دیوان دکن بہ از دیگران

نوکران بادشاہی با محمد اعظم شاہ بصدق اعتقاد بیعت کنند

بقسمی کہ در حین حیات در باب تقسیم ملک گفتہ می شد اگر راضی باشند لشکر کشی و عالم کشی واقع نخواہد شد

ہر کہ سلطنت نصیب شود خانہ زادان ما را برطرف نکند و ایذا ندہد

تخت نشین دو صوبہ است مستقر الخلافت و دار الخلافت ہر کہ بہ مستقر الخلافت راضی باشد چہار صوبہ ملک قدیم اکبر آباد و مالوا و گجرات و اجمیر و متعلقات و توابع آن و چہار صوبہ دکن خاندیس و برار و خجستہ بنیاد و محمد آباد وغیرہ بنام او ہر کہ بدار الخلافت راضی باشد دہ صوبہ ملک قدیم شاہجہان آباد و پنجاب و کابل و ملتان و تہتہ و بنگالہ و اڈیسہ و بہار و الہ آباد و اودھ —

راجہ نے فقراء سے کہا کہ جب تم قدم مبارک کی زیارت سے واپس آنا تو میں بھی تمہارے ہمراہ چلوں گا تاکہ نبی اکرم کی زیارت کروں اور تاکید کی کہ یہ واقعہ ملیبار میں کسی سے بیان نہ کرنا فقراء جب سیلون سے واپس آئے تو راجہ نے بوڑھے سے ایک کشتی کے مہیا کرنے کی فرمائش کی تاکہ راجہ اور اس کے ساتھی بلا تکلیف سفر کرسکیں بندر پر بہت سے اجنبی تاجروں کی کشتیاں موجود تھیں ایک کشتی والے سے معاملہ ہوگیا اور راجہ نے جب سفر کی تیاری کرلی تو اپنے اہل خاندان اور وزراء سلطنت کو بلا کر کہا کہ میں عبادت الہی میں مصروف ہونا چاہتا ہوں اس لئے ایک ہفتہ تک کسی آدمی سے نہیں ملوں گا۔ اس کے بعد ملک کا انتظام مختلف آدمیوں کے تفویض کیا اور ہر ایک کے نام حکم لکھدیا تاکہ آپس میں ایک دوسرے کے مقبوضات سے کوئی تعرض نہ کرے اہل ملیبار میں یہ واقعہ اسی طرح مشہور ہے۔ راجہ کی عملداری شمال میں کنجر کوٹ سے شروع ہو کر جنوب میں کھری تک پھیلی ہوئی تھی

اس کے بعد راجہ فقراء کے ساتھ کشتی میں سوار ہوگیا کشتی پہلے پہل فندرینہ میں پہونچی۔ مسافروں نے اس جگہ ایک رات دن بسر کیا۔ پھر وہاں سے درمفتن پہونچے، جہاں تین روز گزرے یہاں سے روانہ ہوکر شہر میں اترے وہاں عرصہ دراز تک سکونت پذیر رہے ایک جماعت اپنے رفیقوں کی فراہم کی ان سبھوں نے یہ ارادہ کیا کہ ملیبار جائیں اور وہاں دین اسلام کو رواج دیں عبادت کے لئے مساجد تعمیر کریں۔ اسی اثناء میں راجہ بیمار ہوگیا اور اسے بچنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو اپنے ساتھیوں کو وصیت کی کہ سفر ہند کے ارادے پر ثابت قدم رہیں حسب ذیل آدمی راجہ کے رفیق تھے،

شرف بن مالک، ان کا بھائی مالک بن دینار اور ان کا بھتیجا مالک بن حبیب بن مالک وغیرہ۔ انھوں نے راجہ سے کہا کہ نہ تو ہم تمہارے ملک کو جانتے ہیں

عظیم الشان کشتی میں بیٹھ کر اپنی عیال و اطفال کے ساتھ ملیبار میں آئے۔ یہاں کے راجہ سے سکونت کے لئے زمینوں مکانوں اور باغوں کو طلب کیا اس ملک کو اپنا وطن بنا لیا۔

اس کے مدت دراز بعد فقرا اسلام کی ایک جماعت اسی شہر میں وارد یہ لوگ سیلان کو جا رہے تھے تاکہ حضرت آدم علیہ السلام کے قدم کی زیارت کریں بادشاہ کو جب ان کی آمد کا حال معلوم ہوا تو انہیں اپنے یہاں بلایا ان سے جناب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حال دریافت کیا اس جماعت میں ایک معمر آدمی تھا جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات دین اسلام کی حقیقت اور معجزہ شق القمر کے واقعات بیان کئے جب ان باتوں کو راجہ نے سماعت کیا تو پیغمبر اسلام کی صداقت قبول کر لی اور اس کے دل میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جاگزین ہوگئی اور اس نے صدق دل سے اسلام قبول کر لیا[1]

ملیبار میں نصرانی مذہب مقدس تھوما کی تبلیغ سے اشاعت پایا ہے انکے علاوہ شام کے نصرانی جو نسطوری کلیسا کے پیرو تھے الجزیرہ اور کالدیا سے آکر ملیبار میں آباد ہوگئے تھے - ۱۲

[1] مصنف علام نے اسلام قبول کرنیوالے راجہ کا نام نہیں بتایا ہے لیکن انڈیا آفس کے کتبخانہ میں عربی زبان کے دو منظوم رسالے ہیں جن میں راجہ کے اسلام قبول کرنے اور ملیبار میں آکر مسلمانوں کے آباد ہونیکی سرگذشت مذکور ہے ان میں سے ایک رسالہ میں راجہ کا نام شکرو تی فرماش اور دوسرے میں شکرو تی فرمال لکھا ہے۔ شکروتی سنسکرت کے لفظ چکروتی کی عربی صورت ہے اور اسکے معنی ہیں راجہ یا مہاراجہ اور اسکو تامل بولنے والے ایک عام لقب کی حیثیت سے ہر حکمران کیلئے استعمال کرتے ہیں مستشرقین نے تامل اور ملیالم اسناد سے اخذ کرکے اس راجہ کا نام چیرومن پیرومال بیان کیا ہے چیرومن کے معنی ہیں چیرا خاندان کا راجہ و فرماش اور فرمال، پیرومال کے بگڑے ہوئے عربی تلفظ ہیں -- ۱۲

آسمان پر صعود کیا ہے۔ اور امید رکھتے ہیں کہ وقت معین پر نزول کرے گا۔
اس کے نزول کے لئے کدنگلور کے کفار نے ایک جگہ مقرر کر رکھی ہے اور وہاں
ایک بہت بڑا حوض بنا دیا ہے۔ اور ایک مشہور و معین رات کو اس جگہ راجہ
کے نزول کا انتظار لیا کرتے ہیں۔

یہ بات بھی مشہور ہے کہ راجہ نے روانگی سے پہلے اپنے سرداروں پر
ملک کو تقسیم کر دیا تھا لیکن اس کا ایک سردار سامری اس وقت موجود نہ تھا۔
بعد میں جب حاضر ہوا تو راجہ نے اپنی تلوار اسے حوالہ کردی اور کہا کہ اس کے
زور سے جس قدر ملک پر ممکن ہو قبضہ کرلے۔ کچھ عرصہ کے بعد اس سردار نے
کالی کوٹ پر قبضہ کر لیا۔ جہاں مسلمانوں نے آکر سکونت اختیار کی اور مختلف
مقامات پر تاجر اور کاریگر بھی آکر جمع ہوگئے۔ اور یہاں تجارت کو خوب فروغ
ہوا یہاں تک کہ وہ ایک عظیم الشان شہر ہوگیا اور اس کے باعث ملیبار میں
سامری کی قوت بہت بڑھ گئی۔

ملیبار کے جملہ باشندے کافر تھے اور ان میں بعض قوی اور بعض ضعیف
تھے قوی آدمی اپنی قوت سے ضعیف آدمی کی جائدادیں چھین لیا کرتا تھا یہاں
جو لوگ حکمران تھے اس میں سے بعض کی حکومت ایک ایک فرسخ سے زیادہ
نہ تھی بعض کے یہاں ایک سو یا اس سے بھی کم سپاہی ملازم تھے۔ بعض بڑے
حکمرانوں کے یہاں دو سو تین سو چار سو پانچ سو حتی کہ ایک ہزار تک سپاہیوں کی
تعداد پہونچ گئی تھی۔ بعض مقامات دو دو تین تین حکمرانوں کی حکومت میں
مشترک تھے اور ان میں ضعف و قوت کے اعتبار سے لڑائی جھگڑے بھی رہا
کرتے تھے لیکن اس کے باعث ان کی عملداری اور حدود میں کسی قسم کا تغیر
واقع نہیں ہوتا تھا یہ طوائف الملوکی کولم اور کھری کے مابین واقع تھی۔

بعض رفیقوں نے شحر کی طرف سفر اختیار کیا اور وہاں پہونچ کر متوفی راجہ کی
قبر کی زیارت کی اس کے بعد مالک بن دینار خراسان کی جانب روانہ ہوئے
اور اس جگہ انہوں نے وفات پائی اس کے بعد مالک بن حبیب ملیبار میں واپس
ہوئے اور کولم میں اپنے بعض لڑکوں کو چھوڑ دیا اور بیوی کو ساتھ لیکر کدنگلور
میں آئے جہاں انہوں نے اور ان کی زوجہ نے وفات پائی ۔ یہ ہے سرگذشت
ملیبار میں دین اسلام کے رواج پانے کی ۔

اس واقعہ کی تاریخ کو معین کرنا ہمارے لئے دشوار ہے ۔ گمان غالب
یہ ہے کہ یہ واقعہ ہجرت نبوی کے دو سو سال بعد واقع ہوا ہے ۔ لیکن اہل ملیبار
کے یہاں مشہور یہ ہے کہ جس راجہ نے اسلام قبول کیا وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کا معاصر تھا اور جب ایک رات چاند کو دو ٹکڑے ہوتا دیکھا تو مکہ کا سفر اختیار
کیا تاکہ نبی اکرم کی ملاقات سے بہرہ ور ہو ۔ جب راجہ اور اس کے رفیق ملیبار
سے نکل کر شحر میں پہونچے تو اس جگہ راجہ کا انتقال ہو گیا ۔ اس وقت مشہور یہ
ہے کہ یہ راجہ شحر میں نہیں بلکہ ظفار میں مدفون ہے ۔ اور یہاں اس کی قبر
مشہور زیارت گاہ بنی ہوئی ہے اور اس مقام کے باشندے اس کو سامری کی
قبر بیان کرتے ہیں ۔ راجہ کے غائب ہونے کا واقعہ ملیبار کے مسلمان اور کفار
دونوں کے یہاں مشہور و متواتر ہے ۔ لیکن کفار خیال کرتے ہیں کہ راجہ نے

موجودہ زمانہ میں اس کو جالیام کہتے ہیں ۔

(۸) باکنور ۔ یاقوت حموی اور عبد الرزاق سمرقندی نے اس کا ذکر کیا ہے ساحل بحر
پر ہے ۔ موجودہ زمانہ میں اس کو برکور کہتے ہیں ۔

(۹) منجلور اس کا ذکر یاقوت ابو الفدا اور دوسرے عرب جغرافیہ نویسوں نے بھی کیا ہے ملیبار
کا مشہور شہر ہے شمالی حصہ میں ساحل بحر پر آباد ہے موجودہ زمانہ میں اس کو منگلور کہتے ہیں

تبصرے

رباعیات حکیم عمر خیام مع مقدمہ ڈاکٹر فریڈرک روزن ۔ مطبوعہ برلن سنہ ۱۹۲۸ء ۔ لوزک اینڈ کو ۔ ۴۶ گریٹ رسل اسٹریٹ لندن قیمت ۲ شلنگ ۶ پینی

مشرق و مغرب میں عمر خیام کی رباعیات کے بے شمار نسخے شایع ہوئے ہیں لیکن تنقید و تحقیق کے اعتبار سے ڈاکٹر روزن کے نسخے کو سب پر تفوق حاصل ہے ۔ رباعیات کے قلمی نسخوں میں کاتبوں کی لاعلمی کے باعث دوسرے شعرا مثلاً ابو سعید ابو الخیر، سیف الدین باخرزی، نجم الدین رازی، فرید الدین عطار، افضل الدین کاشی وغیرہ کا کلام مخلوط ہو گیا ہے ۔ اسی طرح کاتبوں نے خیام کی رباعیات بعض دوسرے شعرا کے مجموعہ کلام میں شامل کر دئے ہیں ۔ رباعیات کے مطبوعہ نسخے چونکہ بلا کسی تنقید و تحقیق کے مختلف قلمی نسخوں سے نقل کر لئے گئے ہیں اس لئے دوسرے شعرا کا مخلوط کلام ان میں بھی چھپ گیا ہے ۔

رباعیات کے مطبوعہ نسخوں میں سب سے اہم وہ نسخہ ہے جسے ہیرن ایلن نے سنہ ۱۸۹۸ء میں شایع کیا ہے ۔ یہ بوڈلین لائبریری کے مخطوطہ کی نقل ہے جو سنہ ۸۶۵ھ میں بمقام شیراز مکتوب ہوا ہے ۔ اس میں ۱۵۸ رباعیاں ہیں اور رباعیات کے مجموعے اس وقت جس قدر نسخے دستیاب ہوئے ہیں ان میں سب سے قدیم ہے ۔ جے بی نیکولا نے (جو دولت فرانس کی طرف سے ایران میں سفیر تھا) رباعیات کا جو نسخہ سنہ ۱۸۶۷ء میں شایع کیا ہے اس میں ۴۶۴ رباعیات ہیں ۔ ونفیلڈ نے اپنے نسخہ میں ۵۰۰ رباعیاں شایع کی ہیں ۔ نولکشور کے نسخے میں ۷۷۰، طہران کے نسخوں میں ۶۰۰ سے ۱۰۰۰ تک رباعیاں پائی جاتی ہیں ۔

رباعیات کے اس کثیر ذخیرہ کی تنقید و تحقیق کے لئے سب سے پہلے ایک روسی مستشرق

اس کے مشرق میں بہت سی دوسری حکومتیں تھیں۔ مثلاً کولتری، نیلی، ایڈی
جرفتن، کتنور، ارکاد، درفتن، وغیرہ لیکن ان تمام میں سب سے زیادہ مشہور
اور صاحب شوکت و ثروت، سامری کی حکومت تھی اور اس کو تمام ملک پر غلبہ
حاصل تھا۔ اور بسبب اس کا اسلام کی برکت اور مسلمان سپاہیوں کی قوت تھی
جن پر سامری کی حد سے زیادہ نظر عنایت تھی۔ کفار گمان کرتے ہیں کہ یہ سب
نتیجہ ہے بادشاہ سابق کی عنایت کا جس نے سامری کو اس قدر قوت عطا کی یہ
لوگ عطائے سیف کے واقعہ سے انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ تلوار اس وقت بھی
سامری کے یہاں موجود ہے اور وہ اس کی بہت ہی عزت و حرمت کرتا ہے۔
سامری جب کبھی جنگ کیلئے روانہ ہوتا یا مجمع عظیم میں آتا ہے تو یہ تلوار شاہی
جلوس کے آگے رہا کرتی ہے۔

جب کبھی سامری کو چھوٹی چھوٹی حکومتوں سے لڑائی کا اتفاق ہوتا تو
مغلوب غالب کو مال و دولت یا ملک کا کچھ حصہ دیکر صلح کر لیا کرتے تھے اور اگر ایسا
نہ ہوتا تو ان کے ملک پر جبر و زیادتی سے قبضہ نہیں کیا جاتا تھا اور یہ دستور ان میں
زمانہ طویل سے چلا آتا ہے کیونکہ اہل ملیبار سختی کے ساتھ قدیم رسم و رواج کے
پابند ہیں اور ان سے شاذ و نادر اس کے خلاف ہوا کرتا ہے۔ سامری کے سوا
دوسرے حکمرانوں میں جو لڑائیاں ہوا کرتی تھیں تو اس کا نتیجہ جانوں کی ہلاکت
اور شہروں کی تباہی و بربادی ہوا کرتا تھا۔

مراۃ احمدی صوبہ گجرات کی مشہور و معتبر تاریخ ہے جس میں قدیم زمانہ سے مرہٹوں کے تسلط تک واقعات ہیں اور اسے گجرات کے دیوان مرزا محمد حسن المخاطب بہ علی محمد خان بہادر نے ۱۱۷۴ھ میں تصنیف کیا ہے۔ یہ کتاب ۱۳۰۷ھ میں بمبئی کے مطبع فتح الکریم میں چھپی ہے۔ لیکن اس میں ۱۱۲۶ھ تک واقعات ہیں۔ ۱۱۲۷ھ سے ۱۱۷۴ھ تک پچاس سال کے واقعات حذف ہو گئے ہیں۔ بڑودہ اورینٹیل انسٹی ٹیوٹ نے اس کتاب کے متعدد قلمی نسخے فراہم کئے مولوی نواب علی ایم اے سے اس کی تصحیح کرائی اور اسے بیپٹسٹ مشن کلکتہ کے ٹائپ میں چھپوا کر شایع کیا اور اس میں وہ واقعات ہیں جنھیں مصنف نے بچشم خود دیکھے یا معتبر حضرات سے سنے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ہی حصہ کتاب کی جان ہے اگر یہ شایع نہ ہوتا تو اس عہد کی تاریخ گجرات پردۂ خفا میں مستور رہ جاتی۔

مراۃ احمدی کے آخر میں ایک مبسوط خاتمہ ہے جس میں احمد آباد کی بنیاد گجرات کے مقدس عمارات، بزرگوں کی مزارات، اضلاع اور پرگنات کی تفصیل بنادر، جزائد دریاؤں پہاڑوں وغیرہ کے حالات، مسٹر سیڈن نے اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے اور اسے بھی اورینٹیل انسٹی ٹیوٹ نے ضمیمہ مراۃ احمدی کے نام سے چھپوا دیا ہے۔ یہ حصہ فتح الکریم کے مطبوعہ نسخہ میں شامل ہے لیکن اس میں بہت سی غلطیاں ہیں، مترجم نے قلمی نسخوں سے مقابلہ کر لینے کے بعد ان کی اصلاح کر دی ہے۔

یشتہا حصہ چہارم کتاب مقدس اوستا۔ معہ ترجمہ و تفسیر بقلم مرزا ابراہیم پورداؤد سلسلہ ادبیات مزدیسنا۔ ناشرات انجمن زردشتیان ایران۔ ۱۹۲۸ء

قیمت جلد معمولی ۳۰ قران۔ جلد خوب ۴۰ تومان۔

مرزا ابراہیم پورداؤد جو شرق و مغرب کی متعدد زبانوں کے ماہر اور اوستائی و پہلوی کے جید عالم ہیں۔ کئی سال سے زردشتیوں کی مقدس کتاب اوستا کی تفسیر و ترجمہ میں مصروف ہیں اور اس کا ابتدائی حصہ جس کا نام گاتھا ہے ۱۹۲۷ء میں شایع کر چکے ہیں اور اس پر ہم نے رسالہ تاریخ کے پہلے نمبر میں مفصل ریویو بھی لکھا ہے یشتہا اس سلسلہ کی دوسری کتاب اور اوستا کے حصہ چہارم کی پہلی جلد ہے۔

یشت اوستائی زبان کا کلمہ ہے اس کے معنی ہیں "پرستش اور ستایش اور نیایش" اس میں پروردگار عالم کی پرستش، فرشتگان بزرگ و برتر کی ستایش و نیایش کے طور و طریق

ژوکوفسکی نے سنہ ۱۸۹۷ء میں توجہ کی۔ اور نیکولا کے نسخے سے ۸۲ رباعیوں کو دوسرے شعراء کے دواوین میں تلاش کرکے انہیں الحاقی قرار دیا۔ اس کے بعد سنہ ۱۹۰۵ء میں کرسٹن زن نے اس تعداد کو ۱۰۱ تک پہونچا دیا۔ اس جد و جہد کا نتیجہ یہ ہوا کہ رباعیات کے موجودہ نسخے مشکوک و مشتبہ ہو گئے اس کے بعد مستشرقین نے رباعیات کے ایک صحیح اور مستند نسخے کے شایع کرنے کی جانب توجہ کی۔ ڈاکٹر روزن نے اس میدان میں قدم رکھا اور ایک ایسے مخطوط کو جس کے آخر میں کتابت کی تاریخ سنہ ۷۲۱ھ لکھی ہوئی ہے۔ اصل قرار دیا۔ اولاً بوڈلین اور نیکولا کے نسخوں سے اس کی تطبیق کی۔ ثانیاً شعراء کے تذکروں اور دیگر تصنیفات میں خیام کا جس قدر کلام میسر آیا اس کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا اس جانچ پڑتال کے بعد ۳۲۹ رباعیاں اشاعت کے لئے انتخاب کیں،

اس کے بعد ایک ضمیمہ شامل کیا جس میں ۷۶ رباعیاں ہیں۔ ان میں سے پہلی ۶۳ رباعیاں دیوان حافظ کے ایک قدیم مخطوط کے حاشیہ سے نقل کی گئی ہیں اس مخطوط کو ہرات کے مشہور کاتب سلطان محمد بن نور اللہ نے سنہ ۹۳۰ھ میں لکھا ہے۔ آخر کی ۱۳ رباعیاں بدر الدین جاجرمی کی کتاب مونس الاحرار فی دقایق الاشعار سے منقول ہیں جو سنہ ۷۴۱ھ میں تصنیف ہوئی ہے۔ اس طرح پر اس مجموعہ میں ڈاکٹر روزن نے ۴۰۵ رباعیات کو جمع کیا ہے

ابتدا میں ڈاکٹر روزن کا عالمانہ مقدمہ ہے جو ۷۲ صفحہ پر تمام ہوا ہے اس میں رباعیات کی نسبت تنقید و تحقیق کے نتائج اور عمر خیام کے واقعات زندگی تفصیل کے ساتھ تحریر ہیں۔

متن کے بعد ان رباعیات کا انگریزی ترجمہ ہے، جسے ڈاکٹر روزن نے نثر میں تحریر کیا ہے اور اس میں خیام کے خیالات نہایت عمدگی کے ساتھ موزوں اور برجستہ الفاظ میں ادا کئے ہیں الحاصل ڈاکٹر کی یہ سعی و کوشش قابل تحسین و آفرین ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ رباعیات عمر خیام کے شائقین اس نسخہ کی ضرور قدر کریں گے۔

مراۃ احمدی تصنیف مرزا محمد حسن المخاطب بہ علی محمد خاں بہادر دیوان صوبہ گجرات۔ اورنٹیل انسٹی ٹیوٹ بڑودہ جلد دوم متن فارسی مصححہ مولوی نواب علی ایم اے سنہ ۱۹۲۸ء صفحات ۔ قیمت ۱۲ روپیہ۔

ضمیمہ ترجمہ انگریزی۔ مترجمہ مسٹر سیڈن آئی سی ایس صفحات ۲۲۲ قیمت ۲ روپیہ ۸ آنہ۔

۱۸۴ ہے ۔ اس کے بعد چار ضمیمے ہیں جن میں شاہ جہاں، جہاں آرا بیگم داراشکوہ محمد شجاع اور مراد بخش کے ر۹۰ مکاتیب جمع ہیں ۔ اس جلد میں ۶ ہاف ٹون بلاکس بھی ہیں جن میں بابر ہمایون، جہانگیر، شاہ جہاں، اورنگ زیب اور محمد داراشکوہ کے دست خاص کے لکھے ہوئے تحریرات کے نمونے ہیں ۔

رقعات عالمگیر کے چھ سات مجموعے مرتب ہوئے ہیں فاضل مرتب نے ان کے متعدد نسخے جمع کئے اور ان کو باہم دیگر مقابلہ کرکے یہ مجموعہ مرتب کیا ۔ اس کے علاوہ تاریخ اور ادب و انشاء کی کتابوں میں جو احکام و فرامین درج تھے وہ بھی اس میں شامل کر دیئے، شاہ جہاں جہاں آرا، داراشکوہ ۔ اور اس کے دوسرے بھائیوں کے مکاتیب بھی بڑی سعی و کوشش سے فراہم کئے ہیں ۔ اور ان کے لئے فاضل مرتب نے کثیر التعداد کتابوں کی ورق گردانی کی ہے یہ مجموعہ بظاہر رقعات و مکاتیب کا ذخیرہ معلوم ہوتا ہے ۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں تاریخ عہد عالمگیر کی نسبت نہایت بیش قیمت معلومات محفوظ ہیں ۔ اور ان کی مدد سے اس عہد کی نہایت صحیح اور قابل اعتبار تاریخ بطریق احسن مرتب ہو سکتی ہے ۔

فاضل مرتب نے مقدمہ میں واقعات عہد عالمگیر کے ماخذوں کی نسبت ایک مفصل بحث سپرد قلم کی ہے اور اس میں ان تاریخی اور ادبی کتابوں کا ذکر کیا ہے ۔ جن میں عہد اورنگ زیب کے حالات ملتے ہیں ۔ اس سلسلہ میں ملا محمد وارث کے بادشاہ نامہ کا ذکر کرتے ہوئے فاضل مرتب نے اس کے اصلاح دینے والے کا نام عطار الملک تونی المخاطب بہ فاضل خاں بتایا ہے ۔ لیکن صحیح نام علاؤ الملک تونی ہے ۔ اس کے بعد ایک شاہ جہاں نامہ کا ذکر ہے ۔ اور اس کے مصنف کا نام علاؤ الملک تونی لکھا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس نے شاہ جہاں کے حالات میں کوئی مستقل کتاب نہیں لکھی ہے ۔ بلکہ محمد وارث نے بادشاہ نامہ کا جو تکملہ ہے اسی کو بعض لوگوں نے غلطی سے علاؤ الملک تونی کا شاہ جہاں نامہ سمجھا ہے ۔

مآثر عالمگیری کی نسبت لکھا ہے کہ اس میں عالمگیر کے پنجاہ سالہ حالات ہیں ۔ حالانکہ یہ کتاب عالمگیر کے گیارہویں سال جلوس سے شروع ہوئی ہے اور اسمیں ۱۰۷۸ھ سے ۱۱۱۸ھ تک عہد اورنگ زیب کے چہل سالہ واقعات کا تذکرہ ہے ۔

مذہب و اخلاق کے اسرار وحقایق مذکور ہیں۔ ان کے ضمن میں قدمائے ایران کے قومی حکایات ہوشنگ پیشدادی سے گشتاسب کے عہد تک جگہ جگہ مذکور ہیں، جمشید ضحاک فریدون کیکاؤس کیخسرو وغیرہ کے افسانے جس کو فردوسی، طبری، ثعلبی البیرونی نے اپنی کتابوں میں تحریر کیا یشتہا کے مختلف اجزا میں کہیں اشارتاً اور کہیں تفصیل کے ساتھ ملتے ہیں الغرض ایران کی تاریخ قدیم کا بہت بڑا حصہ اس کتاب میں محفوظ وموجود ہے۔

فاضل مترجم نے دیباچہ کے بعد ایک عالمانہ مقدمہ لکھا ہے جس میں یشتہا کی حقیقت اور مزدلیسنا یعنی کیش زردشت کے آئین بیان کئے ہیں اس کے بعد ۲۱ یشت کا ترجمہ کیا ہے۔ ہر یشت کی ابتدا میں مبسوط تمہیدیں لکھی ہیں جن میں ایران کی ابتدائی تاریخ فقہ اللسان (فلالوجی) کے دقیق نکات، تطبیق السنہ کے گرانقدر نتائج نیز ایران کے عادات و مراسم کو بتفصیل بیان کیا ہے۔

جو حضرات عجم کی تاریخ قدیم اور فارسی لغات کی تنقید و تحقیق سے دلچسپی رکھتے ہیں ان کے لئے یہ کتاب نعمت غیر مترقبہ ہے۔

رقعات عالمگیر مرتبہ مولوی سید نجیب اشرف صاحب ندوی ایم اے رفیق دار المصنفین مطبع معارف اعظم گڈھ جلد اول پانچ روپیہ جلد دوم چار روپیہ آٹھ آنہ

شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے احکام و فرامین اور مکاتیب و رقعات کا مہتم بالشان مجموعہ جسے دار المصنفین نے دس ہزار روپیہ کی کثیر رقم صرف کرنے کے بعد مرتب کرایا ہے۔ اس وقت تک اس کی دو جلدیں شایع ہوئی ہیں!

جلد اول میں مقدمہ ہے جس میں فن انشا اور شاہی مراسلات کی تاریخ اور ولادت سے تخت نشینی تک عالمگیر کے واقعات زندگی مذکور ہیں۔ ان پر فاضل مقدمہ نگار نے خود عالمگیر کے احکام و مکاتیب سے روشنی ڈالی ہے۔ اور یہ کام عہد اورنگ زیب کی تاریخ کے بارے میں بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

دوسری جلد میں عالمگیر کے وہ مکاتیب و رقعات جمع ہیں۔ جن کو اس نے تخت نشینی سے پہلے اپنے باپ شاہ جہان اپنی بہن جہان آرا بیگم اپنے تینوں بھائی دارا شکوہ محمد شجاع و اور مرادبخش اور اپنے فرزند محمد سلطان اور محمد معظم کے نام لکھے ہیں۔ انکی تعداد

انتخابات کو عہد وار مرتب کیا ہے اور ہر عہد کے شاہکار نمونے جمع کئے ہیں دوسری خصوصیت یہ ہے کہ انتخابات میں مختلف نوعیت کے مضامین کا لحاظ رکھا گیا ہے اور انکی وجہ سے طلبا کو ایران کی تاریخ وجغرافیہ ایرانیوں کے عادات و مراسم اور زبان کی عہد وار ترقیوں سے ایک گونہ واقفیت ہو جاتی ہے۔

ہر انتخاب کی ابتدا میں ان کے مصنفین کی مختصر سوانح عمریاں بھی لکھی ہیں جسکے باعث ادب فارسی کے مشاہیر مصنفین سے طلبا واقف ہو جاتے ہیں۔ الغرض اس مجموعہ کی بدولت نہ صرف تحصیل زبان میں مدد ملتی ہے بلکہ اس کے پڑھنے والے کو ملک ایران اور وہاں کی زبان کی نسبت عام معلومات بھی حاصل ہو جاتی ہیں۔

مصنفہ مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شرر۔ دلگداز پریس لکھنؤ ۱۹۲۳ء

صقلیہ میں اسلام

حجم (۱۰۴) صفحات۔ قیمت ایک روپیہ۔

صقلیہ بلاد الیطالیہ (اٹلی) کے نیچے بحر متوسط کا ایک سرسبز و شاداب جزیرہ ہے اس وقت اس میں مسلمان آباد نہیں ہیں۔ لیکن ایک زمانہ میں ۲۱۹ھ سے ۴۸۴ھ تک قریبًا دوسو پینسٹھ سال انہوں نے بڑی شان و شوکت سے حکومت کی ہے۔ اور اس عرصہ میں یہاں بڑے بڑے علما، فضلا، شعرا اور فقہا پیدا ہوئے۔ ہزاروں مسجدیں بنائیں اور سینکڑوں قلعے تعمیر کئے غرض کہ اسے اسلامی تمدن و تہذیب کا مکمل نمونہ بنا دیا تھا۔

مولانا شرر نے اس کتاب میں اسی عہد کا تذکرہ کیا ہے۔ اور یہاں کے مسلمان حکمران اور ان کے عہد کے فتوحات و واقعات ابتداء فتح سے اسلامی حکومت کے خاتمہ تک اپنے خاص انداز میں تحریر کئے ہیں۔ یہ کتاب پہلے پہل ۱۹۱۷ء میں رسالہ دلگداز میں مضمون کی حیثیت سے شایع ہوئی تھی۔ اب مولوی محمد سراج الحق صاحب نے جو دلگداز پریس کے منیجر ہیں اسے بصورت کتاب چھپوا کر شایع کیا ہے۔

مولفہ مولوی اکبر شاہ خان صاحب نجیب آبادی۔ ایڈیٹر رسالہ عبرت۔ نجیب آباد۔

خان جہان لودھی

تقطیع چھوٹی صفحات (۸۲) قیمت چھ آنہ

اس کتاب میں خان جہاں لودھی کے سوانحات زندگی مذکور ہیں یہ شاہ جہانگیر کے امرائے کبار سے تھا۔ کتاب کی ابتدا میں لودھی قوم کی اصلیت پر محققانہ بحث ہے اس کے بعد خان جہاں لودھی کے آباو اجداد اور خود خان جہاں کا تذکرہ ہے اس کے مصنف

دیوان مرزا کامران مرتبہ پروفیسر محمد محفوظ الحق صاحب ایم ۔ اے مطبوعہ جامع پریس اعظم گڈھ دفتر مسلم ریویو ۔ ۲۱ ویلزلی اسکوائر کلکتہ قیمت ۲ روپیہ

ظہیر الدین بابر کے فرزند نصیر الدین ہمایون کے بھائی اور شہنشاہ اکبر کے چچا مرزا کامران کا دیوان ہے جسے پریزیڈنسی کالج کلکتہ کے فارسی پروفیسر محمد محفوظ الحق صاحب ایم اے نے ایڈٹ کرکے شایع کیا ہے اس کے ساتھ اردو اور انگریزی دو زبانوں میں مبسوط مقدمہ بھی لکھا ہے جس میں مرزا کامران کے سوانحات زندگی ولادت سے وفات تک بالتفصیل مرقوم ہیں ان کے لکھنے میں فاضل مقدمہ نگار نے بابر نامہ ۔ ہمایون نامہ گلبدن بیگم تذکرۃ الواقعات جوہر آفتاب چی، اکبر نامہ ابوالفضل علامی، تاریخ رشیدی ۔ مرزا حیدر دوغلات منتخب التواریخ ملا عبد القادر بدایونی تاریخ سندھ ملا محمد معصوم الیکری تاریخ فرشتہ وغیرہ معتبر و مستند تاریخوں سے مدد لی ۔ اس کے بعد کامران کی شاعری اور دیوان کے مخطوطا کا تذکرہ ہے ۔ یہ مقدمہ اردو میں ۵۸ صفحات پر اور انگریزی میں ۱۲ صفحات پر تمام ہوا ہے ۔

دیوان کا مخطوطا جس سے مطبوعہ نسخہ نقل کیا گیا ہے ۔ بانکے پور کی اورینٹل لائبریری میں محفوظ ہے ۔ ہرات کے ممتاز کاتب محمود بن اسحق شہابی نے اس کی کتابت کی ہے اور خاہان مغلیہ کے کتب خانہ میں مدت تک رہا ہے ۔ چنانچہ اس کے سرورق پر جہانگیر اور شاہجہاں کے دست خاص کی لکھی ہوئی تحریرین موجود ہیں ۔ اس میں فارسی اور ترکی دونوں زبانوں کا کلام موجود ہے ۔ لیکن مطبوعہ نسخہ میں ترکی کلام حذف کر دیا گیا ہے ۔ کتاب میں چار ہاف ٹون بلاکس ہیں ۔ منجملہ ان کے تین پلیٹ مین بابر ۔ ہمایون جہانگیر اور شاہ جہاں کی دست خاص کی لکھی ہوئی تحریرون کے نمونے ہیں ۔ چوتھے پلیٹ میں محمود شہابی کی ایک وصلی کا فوٹو ہے

درر فارسی مرتبہ ڈاکٹر محمد نظام الدین منشی فاضل پی ۔ ایچ ۔ ڈی ۔ پروفیسر فارسی عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن سنہ ۱۹۲۹ء قیمت دو روپیہ ۸ ر آٹھ ۔

فارسی زبان کے منتخبات کا بہترین مجموعہ جو میٹرکیولیشن یا اس کی مماثل جماعتون کے لئے مرتب کیا گیا ہے ۔ ہندوستان میں دوسری یونیورسٹیوں کے لئے بھی ایسے مجموعے مرتب ہوئے ہیں ۔ لیکن ان میں ایسی خصوصیات نہیں ہیں جو اس میں پائی جاتی ہیں اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس نوعیت کا مجموعہ اس سے قبل ہندوستان میں شایع نہیں ہوا ہے اس کی سب سے پہلے اور نمایاں خصوصیت یہ ہے ۔ فاضل مرتب نے اس میں

تذکرۃ الملوک

تصنیف

ملا رفیع الدین ابراہیم بن نور الدین توفیق شیرازی

در حدود سنہ ۱۰۱۷ھ تا سنہ ۱۰۲ ہجری

مولوی اکبر شاہ خان پنجاب کے مشہور مصنف اور محقق تاریخ ہیں ان کی تاریخی تصنیفات سے تاریخ اسلام اور آئینہ حقیقت نما کو قبول عام حاصل ہو چکا ہے مصنف صاحب نے اس میں خان جہاں کی شجاعت و بہادری کے حیرت انگیز کارنامے خوب بیان کئے ہیں لیکن تعجب ہے کہ اس کے ایک علمی کارنامے کو قلم انداز فرمایا۔ اسی خان جہاں نے جہانگیر کے عہد میں ملا نعمت اللہ بن حبیب اللہ ہروی سے ۱۰۲۰ھ کے حدود میں ایک تاریخ لکھوائی تھی۔ جس کا نام مخزن افغانی ہے اس میں اقوام افاغنہ کا تذکرہ خاندان لودی کی تاریخ اور خاصکر جہانگیر اور خان جہاں کے حالات خوب لکھے ہیں اور ہندوستان کی تاریخوں میں یہ ایک بے نظیر کتاب سمجھی جاتی ہے۔

دیوان مجذوب

طبع لاہور۔ شایع کردہ حکیم نادر علی صاحب رعد طبیب شفاخانہ داڑی خنگشن علاقہ سرکار نظام۔ حجم ۲۱۲ قیمت ۸ عہ

مجذوب کا دیوان بہت نایاب تھا۔ مولوی نادر علی صاحب کے یہاں اسکا ایک نسخہ مخطوطہ ۱۰۶۶ھ کا لکھا ہوا ہے اس سے صحت کیساتھ نقل کر کے موجودہ نسخہ شایع کیا ہے جسمیں غزلیں رباعیات قصائد اور بعض ناتمام مثنویات شامل ہیں۔ اس کے علاوہ ان کا اور کلام بھی جو جو اسمیں نہیں ہے مثلاً انھوں نے ایک مثنوی شاہراہ نجات کے نام سے لکھی جو ۱۰۰۰ھ میں تمام ہوئی اور حسب ذیل بیت سے اسکی تاریخ تصنیف نکلتی ہے (بہر تاریخش آمد در ہاسفت) یہ مثنوی ان کے کلیات کے اس مخطوطہ میں موجود ہے جو بانکی پور کے کتب خانہ مشرقیہ میں ہے۔

مجذوب کا نام سید محمد ہے یہ تبریز کے رہنے والے تھے ان کا مشرب صوفیانہ تھا خواجہ حافظ کی اتباع کیا کرتے تھے۔ مجذوب کا ذکر میرزا طاہر نصرآبادی نے اپنے تذکرہ اور بندرا بن خوشگو نے سفینہ میں کیا ہے مجذوب نے شاہ عباس ماضی کے اخیر عہد میں نام و حاصل کیا شاہ جہاں کے اخیر زمانہ میں ہندوستان آئے اور اسکے فرزند شجاع کے دربار میں توسل پیدا کیا چنانچہ اپنی ایک غزل کے مقطع میں اسکا تذکرہ بھی کیا ہے (خاشش بگویم تو مجذوب از درگاہ کیست ٭ شیر یزدان شہسوار دین شہنشاہ شجاع) یہ لوگ مجذوب کی وفات کی ایک تاریخ نقل کی ہے جس سے ۱۰۹۳ھ برآمد ہوتا ہے۔ (گفتا آسودہ در بہشت عالی) ۱۰۰۰ھ میں انہوں نے شاہراہ نجات لکھی۔ اور ۱۰۹۳ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ اس کیاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے بہت طویل عمر پائی تھی اور سو سال سے زیادہ عرصہ تک زندہ تھے

رطب اللسان ست وچشم نیم کش در بدائع فطرتش سراسیمه وحیران شده

فقی کلّ شئ لهٗ آیةٌ   تدلّ علی انه واحدٌ

حکیمی که جرعه زهر قاتل را با شربت تریاک نافع در کاسه سرافسی بهم آمیخته
ونیش جان گزائی با نوش روح افزائی درحقه وجود زنبور تعبیه فرموده وگوهر
درخشنده سعادت را باشبهٔ تاریک شقاوت را دررشتهٔ باریک تکلیف کشید

قوله تعالیٰ لیهلک من هلک من بینةٍ ویحیی من حیی عن بینةٍ

وصراط المستقیم۔

هدایت را با جاده عمی ضلالت مقارن گردانید لئلا یکون للناس
علی الله حجة از لمعات آیات هزار شمع ظهور بدست هر ذره داد واز کمال صفات
حجب کبریائش حقیقت ذات فرولبست تا صورت بے مثال واحدانا نقش به
مرآت هر خاطری استطاع نیاید ولیعنی بی نهایت فردانا نقش از جام جهان
نمای عقول انبیا محجوب ماند هو الاول والآخر الظاهر والباطن وهو بکل شئ علیم

راه بسے رفت ضمیرش نیافت   دیده بسے جست نظیرش نیافت
عقل درآمد که طلب کردمش   ترک ادب بود ادب کردمش

درمهب نسیم لطفش ملاقدسی درس تعلیم از آدم خاک گرفتند ودر مورد
سموم قهرش ابلیس مطرود غبار بر آئینه ضمیر او نشاند جای که بادبی نیازی می
ورزید فرزند نوح مفید نیامد جای که باران رحمت بارید زوجیت فرعون زیان
نداشت حفظ او چون ترتیب میکرد که شکم ماهی را مهد آسایش یونس گردانید
وقدرتش چون انتقام می کشید باطن درختی را زندان هلاک ذکریا کرد۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و ثنائی کہ اشعۂ لمعاتش چوں بارقۂ نور از چہرۂ حور تاباں باشد و قطرات زلالش چوں رشحات سیل بر وضات ریاحین خلد رواں گردد و شکر و سپاس کہ نفحات مجمر نکہتش آتش در دل لالۂ سیراب انداز د و شمہ از روائح نسیمش خوں در جگر آہو تا آر نافۂ مشک ناب گردد و تحف بارگاہ بادشاہی کہ بنا بقیہ کلمہ نصرت اعلام دین قوایم را پیکر ظفر بخشد و بہ تعویذ تائید بازوی کامگار مبارزان میدان جہاد شجعان امضمار جلال را تقویت و آں مالک الملکی کہ پیل صف شکن اعادی را برقۂ منقار مرغ ضعیف ترکیب مقہور گرداند و پشۂ ذرۂ مثال را قوۃ استیلاء بر مملکت حیواۃ دشمناں ارزانی داشت تقدست مشیتہ و جل جلالہ و علا عن الاضداد و النظائر ستاری کہ پردہ کشائی از چہرہ مخدرات غیب بدست الہام آسان کرد و رفع حجاب کبریا با ادراک دیدۂ دوربیں نزد یکاں میسر گردانید معبودے کہ آوازۂ قدرتش ندائی غیب چناں در داد کہ صخرہ از استماع آں زباں بہ تسبیح برکشاد و داعی یگانگیش ازاں پرستش چناں اقامت کرد کہ قامت نہال روے سوے سجود آورد و سوسن آزاد بدعوی بندگیش

ہر تحفہ تحیات مبارکات و تحیت درود و صلوۃ طیبات کہ محل ثنائش
تخت نشینان سبع آرایک و مورد تجاذب کرّو بیان ملایک بود۔ ریاض فردوس
از شمامہ معطران غالیہ سائے و باد روح افزائی بہشت از طیب روائح آں عطر
آمیزی کند بروقف میعاد ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی۔
نثار روضہ منورہ و ضریح مقدس خواجہ کائنات و خلاصہ موجودات

محمد کافرینش ہست خاکش | ہزاراں آفریں برجان پاکش

درسایۂ اوقات و ازمان و عامہ ادوار و احیان ارزانی فرمائی آں مبارک
قدمی کہ بمیامن او نجور غوایت منقطع گشت و از ولایت رسالتش جادۂ ضلالت
بطریق مستقیم ہدایت مبدل شد و از یمین کمالات ذاتش طغرائی الیوم اکملت
لکم دینکم بر منشور دین قدیم کشیدند و از مآثر سعی مشکور رقم و رضیت لکم الاسلام
دینا بر صحیفہ ملت زہرا نہاد۔ سابقہ رحمت الٰہی کہ ہر معجزی را زمانی مقرر و ہر ملتی
را مدتی مقرر گردانیدہ چوں نوبت بہ نوبت بذات مقدس او کہ سرور افزائش
و نور دیدہ اہل بینش است وسیلہ آفتاب معجزہ او را بر چہرہ ہر زمانی تابندہ و آثار
ملت او را بروے ہر یگانی پائندہ داشت معجزات او را تا داماں قیامت آخر الزمان
بطراز بقا مطرز و شعار شریعت طاہرش تا نفخ صور بسمت ظہور موسوم گردانید قرآن
قدیم بینہ صدق او را تا ابد ندای فاتوا بسورۃ من مثلہ میزند و فحوای لیظہرہ
علی الدین کلہ قواعد ملت او را تا قیامت استحکام میدہد

اے خاک کردہ پائی تو با عرش ہمسری | ختم ست بر کمال تو وصف پیمبری
در معرض ظہور نکرد از علوی قدر | با آفتاب سایۂ شخصت برابری

آنکه نیل مادری بر چهرهٔ مریم کشید　　حفظ او بی آنکه زایل شد جمال اختری
آنکه خار اژدها دندان عقرب نیش را　　شخنگی داد است بر اطراف کلبر گلطری ۔

در نصرت دوستان صبا را از جیش عزم دم بخشید و در نقمت دشمنان بپاره
وبسیل عزم خراب کرد روئے زمین را بد جا، فوج دریا، مواج و غمزه دریا را
برائے موسی سبیل مخاج گردانید خامه تقدیرش خش بر آب زده پیکر انسانی را قرار یافت
و نقاش فطرتش رنگی بخاک داده از مغربی نقش گرفت ۔

قطرهٔ نطفه که از صلب سمائے بچکد　　در گرفت تربیتش لولوء مرجاں گردد
پارهٔ خوں که در افتد ز سر بینی کوه　　از شعاع کرمش لعل بدخشاں گردد

الهی ما مشتے خاک صفات پاکت را چه گونه توانیم دانست ما عرفناک
حق معرفتک واز ما قطره آب در معرض دریا پرستش چه شائستگی آید ما عبدناک
حق عبادتک اگرچه که کرامت از خزانه اعطی کل شئ خلقه یافته ایم بطراز
ثم هدی مشرف گرداں وگر فطرت سلیم صانع فطرة الله التی فطر الناس
علیها میداریم به تشریف والعاقبة للمتقین مزین وآرایش ده عجلتی را که
در بدن خاک ما ترکیب فرموده بزلال صبر جمیل ساکن گرداں استونه که در نهاد ما
نهاده توفیق شکر جزیل ذریعه آں مطلوب فرما۔ وذات عقول ما در هوای خورشید
معرفت سرگرداں مانده بجاذبهٔ انس نجاته مراد رساں و دیدهٔ کوتاه بیں ما استشراف
حقایق اشیا آرزو کرده با نور قدسی فریاد رسی فرمائی

چارهٔ ما ساز که بے یاوریم　　گر برانی گو بکه رو آوریم
از پے تست ایں همه امید و بیم　　هم تو ببخشای و ببخش اے کریم

بدر به آمد آفتاب عمر عدو در حفر چاه فرو رفت خورشید غره عزیزش چون
از مشرق نبوت طالع گشت جسم مغربی بدر را به تیغ اعجاز دو نیم کرد الهی
ناطقه یدیح ما را قوت تائید بخش که مناقب خلیلت را شاید و زبان یدیح سرای
را موہبت توفیقی کرامت فرمائی که ثنای حبیبت را بواجبی سراید۔
وگرنا من که این خاک باشم　　گراں میموں ورق حرفی تراشم
برروئے زبان بیہودہ گوئی ما اب انانیتی بزن تا جناب مقدس
او را درو دی فرستم خلوت خاطر ما را از تصاویر باطل پاک گرداں تا خیال او را جائی
دہم اللهم صل علیہ صلواۃ اتحاکی خلائقۃ العزۃ وتضاھی
شمائلہ الزھر کلما ذکر الذاکرون وکلما سھی عنہ الغافلون
وعلی الہ الاخیار واصحابہ الابرار الذین کانوا بنیان الشریعت
الشریفۃ ومبانی قواعد الملۃ المنیفۃ۔
مصابیح الھدی فی حنادس الدجی　　اصحابہ الاخیار اعلام الھدی
والحمد للہ رب العالمین　اما بعد یقول العبد الفقیر الی اللہ الباری
رفیع شیرازی تاب اللہ علیہ توبۃ نصوحا وافاض علی ساحۃ حالہ
من مراحمہ فتوحا بر مقتضی واجعل لی لسان صدق فی الآخرین ہموارہ
باظمان در بلاغت صحائف دواء را محاسن آثار ابرار مزین گردانیدہ اند و
ناشران زہر براعت صفائح ازماں را با نواز ذکر ایشاں جلا کردہ دیباچہ ہر
قرنی را بذکر جمیل صاحب قرآن مشرف گردانیدہ و عنوان ہر دوری را بتقیید
مناقب و ذکر شوکتی زیب و زینت دادہ گوش و گردن ایام را بجواہر

طراز قدری که بر لباس شب لائح است از میامن آثار شب معراج اوست
بارقۂ نوری که در عارض روز تابان مانده بہار کی طلعت شب افروز او برق آتش
بای کوری دشمنان دین را از براق تیز گامش سرعت سیر آموخت و ابر بادپیمائی
سیرابی روندگان راه یقین را از دریاء معجزش باران رحمت بارید

شمس له بطحاء مکۃ ثم الرابعی البطحات — یستشغفون الی التعلم بوجہ...
فیفیض وادیھم من الاانداء — ودلیل ما احکسب مدغنہ...

وچون ندای طلب لوتکونوا بالغیہ الابشق الانفس بگوش ہوش
شنیده عطارد که منشی دیوان آسمانست تا غلامی انامل لاتحظ مھک بجان
خرید بعزت تحریر رشید محتسب دین قویمش زہره را مشکور ابکار نشانده گرد جہان
می گرداند و امر معجز قاہرش آفتاب ہر جائے را معجز حیا در ردی کشیده مریخ تیغ
انتقام از نیام بر آورده تا سر از کشای دین قویمش می ربایید و مشتری دست
دعا باستمداد بر کشیده تا قدم ره روان راه استواء مانند کیوان به پاسبانئے قصر جلالش
مباہات می نہاید و سپہر با کحال خاک پائش روشنی دیده اقبال می جوید

اے چرخ کبود زنده دلقی — در گردن پر خافتاہ ہست
نه توان تنگ گردن سمند — شب طرۂ بر چشم سیاہست

آں بادشاه که چتر بر سر مبارکش ابر مشکیں بر میداشت پایہ تخت
رفعتش بر دوش سدره المنتہی استوار آمد زینت تاج مباہاتش از گوہر لولاک
وطرف کمر مبار آتش از جوہر روحی فداک سواد سایۂ ہمایونش سرمۂ چشم خورشید
وغبار موکب میمونش اکسیر سعادت جاوید ماه طلعت منیرش چوب از مطلع

فواید بے شمار اول آنکه سیرت حزم و کاردانی جهانداری مذکور گردد و حکایت
تیقظ و هوشیاری کامگاری در قید کتابت آید و لا محاله صنوف کامگاری
که بداں مرتبهٔ منیفه مرتب گشته باشد در عقب آں یاد کند و انواع کامرانی که
نتیجهٔ آں خصلت شریف بوده باشد بعد ازاں به ادا رساند و حسن عاقبت
او را که به اشارهٔ تدبیر صواب یافته بیان کند و سرانجام نیک که بوساطت استعمال
حزم ادراک کرده روشن گردانند و خردمند بداں اهتدا کند و نیک بخت کار
بداں اقتدا نماید و بر مصداق اولئک الذین هدی الله فبهداهم
اقتده کاری پیش گرد که بحسن خاتمت مودی گردد و شغلی پیش نهاد ضمیر سازد که
بخیر و سعادت سرایت کند۔

فریدون فرخ فرشته نبود / ز مشک و ز عنبر سرشته نبود
ز داد و دهش یافت او نیکوی / تو داد و دهش کن فریدون توئی

و ثانی آنکه اگر سیرت غافلی گذارش پذیرد و صفات سست تدبیری
ثبت گردد لا جرم وخامت عاقبت که بداں تعلق بود با و در رسد و سوء خاتمت
که بداں منوط گردد بدو در آید بحکم فاعتبروا یا اولی الابصار متنکر هوشیاری
ازاں احتیاط یابد و متادب امور کار ازاں اعتبار کند تا بمضمون وحیل بینهم
وبین ما یشتهون کما فعل باشیاعهم من قبل مبتلا نگردد ختم الله تعالی
خواتیم اعمالنا بالحسنی و ثالث آنکه چون اهل خبرت از مطالع اخبار
اشباه یابد و ارباب کیاست از مشاهده آثار بند تدبیر گردد از تعاقب امداد
اقبال زیاده فرحان نشوند و از تواتر آثار ادبار بغایت غمگین و اندوهگین نشوند

مآثر خسروان رفیع مقدار آراسته اند و معاطفت در دیال مشهور عوام بر ابروا
مفاخر پادشاهان کامگار مطرز گردانیده و بهر وقت استادان که گوئی فصاحت
درهم چوگان مکنت ایشان بود در مضمار مکارم دلائل و اعلام نصب کرده اند
و طریق معالی را آثار و علامات ظاهر گردانیده ذکر آنان که در کسب نیکنامی
کوشیده اند بخور مجامر مجالس ساخته و حکایت گروهی که از اخلاق حمیده
عاطل بوده اند شجرهٔ ننگ و عار گردانیده رایات صاحب دولت ثر آیا نهایت
را در رشتهٔ انتظام کشیده اند و طلائع کار اخیار را با انعام جمع کرده تا طوطیان حسن
اعمال از شکر شکر ایشان قوت ساخته اند و عنادل ذکر جمیل سرائیدن نغمهٔ ستایش
پیش گرفته۔

الدهر یفنی و یبقی ذکره ابدا   باشد شرد بالمعروف معروف
فاجهد لتکسب مجدا باقیا ابدا   فالمرء بالفعل بعد الموصوف

و بے گمان سودے که از عمر اندک مایه بر توان بست تخلید نیکنامی
است و لمعه که از نور حیوة بفرعیت اقتباس توان کرد پرتو ذکر باقی ست
مآثر باقی خلفا به مساعی مشکور منتظم انتظام پذیر رفته و مفاخر سلف به بیان کمال
کشته از رباع سلطنت محمود جز نتایج خامه اثری باقی نمانده و از قصر رفعت البو
جز نتایج کلک صابی خبری نمی دهد۔

آن خسروان که نام نکو کسب کرده اند   رفتند و یادگار از ایشان جز آن نماند
ایشان نهان شدند درین تیره خاکدان   لیکن شعار کردهٔ ایشان نهان نماند

و بی شبهت در ذکر سیر و تواریخ فواید بسیار است و در ثبت مثالب و مناقب

دارا ظل الله فی الارضین جلال الحق والدین شاه ابراهیم عادل شاه
بن شاه طهماس بن شاه ابراهیم خلد الله تعالی ملکه و سلطانه
وافاض علی العالمین بره و احسانه و عدله در سپر بادشاهی آفتابیست
درخشنده در اوج رفعت و سرافرازی خورشید تابنده آسمان قدرش چون قدر
بیرون از ادراک اوهام و سپر سریرش چون سپهر سپهر متجاوز از مدارک افهام
برق حسامش چون حسام برق آتش آهنگ و غمام انعامش چون غمام در رنگ
قامت سرو شانش تا بجوی بهار سلطنت بالا کشیده دولتیان اردو نگار
چون سبزه از جرعه اقبالش سیراب میگردانند و گلهای دولت ابد پیوندش
نسیم کامرانی شگفته تاج داران چون بلبل نغمه سرا از خلق مشکبوی گشته آفتاب
سلطنت پایدارش تا از افق سروری شارق گشته فتح و نصرت چون سایه دست
در دامن موکب همایون زده و هیچ چتر آسمان سایش تا از ملک مطلع کامرانی
برآمده دولت و اقبال چون هاله محیط مخیم همایون گشته بارقه تبسمش را باران
انعام لازم و خندهٔ حسامش را گریه اعدا مقارن رضائی خاطر سیر نقش قاید خیل
امال و استظهار رای منیرش مستلزم و فود اجال لطفش مجاهر بحار حیات و عنفش متحد سیل
حدود ممات مشاطهٔ رایش رضیع لبان امانی و مضاد او همعنان نهایت
زندگانی۔

زهی مبادی خشم تو قطع آمال | زهی مجاری کلک تو منبع احسان
زهی وفاق تو دروازهٔ حیات آمد | زهی خلاف تو دندانه کلید فنا

ذات بی همتایش واحد الانام و کف گهربارش ثانی انعام رای بلندش

اگر شادی پیش آید چوں از مثال آں برگذشتگان اثری نه بیند رعنائی را بخود راه ندهند و اگر غمی گرد خاطر بر آید چوں از نظایر آں بر اسلاف بقیه بیابند رسوائی بخیال نیارند بیت

به نیک و بد بسر آید جهاں همان بهتر   که زندگانی با طبع شادمانه کند

و رابع آنکه از غرائب انقلابات بقدرت قاهره مالک الملک جل جلاله استدلال کند و از عجائب تحویلات بوحدانیت خالق بیچون عم نواله زیادت تیقن حاصل کند و از اختلاف امور به معرفت مقلب القلوب والاحوال فائز شود۔ و از تصاریف ایام نهایت کمال ایزد تعالی تعریف نماید و شکی نیست که تحقیق این معانی در هر زمان که مشتمل بر غرائب حالات بود زیادت وضوح یابد و استکمال این مقاصد دوری که محتوی بر عجائب آثار باشد بهتر میسر شود و بیقین چوں دریای فتنه در آشوب بود و غور صف حادثه در حرکت آید صاحب تمکین که کشتی قرار را از گرداب تزلزل نگاه دارد و جهانداری که حدود ممالک را از ترکتاز نوائب صیانت کند ذکر شمهٔ از مناقب اوائل اخلاف از ضروب مقترحات و بنیان بندی از مفاخر او قدوه الاعقاب از قبیل واجبات بود و بحمد الله تعالی و کمال الطاف چوں بندگی حضرت پادشاهی جهاں سلطان تاج بخش کامرانی طراز کعوب جهانبانی مشید مراسم مسلمانی اسکندر کیوان حشم و کیں جمشید مشتری چهره تمکین بهرام مریخ حمله و آهنگ و آرائی خورشید علالم فیروز جنگ خسرو ناهید بزم فریدوں عطارد حزم و عزم سلیمان ماه رایت و علم یوسف سیاره خدم و حشم بلند همت و بسیار دان و اندک سال جهاں کشائی و ممالک ستان گیتی

براں ست فی الجملہ

کہ حیثیت معنی لفظ مکارم اخلاق بعہد خلق کریم می شود معلوم

بنا بر مقدمات سابق از دست ہمت فضلائی جہاں واجب ست کہ
در بیان موافقت مقدس ایں خانوادۂ عالم پناہ جہت استطلاع بہ تقدیم
رسانند و در ضبط جملہ تفاصیل ایام و اوقات ہمایوں عنایت اجتہاد مفروغ
گردانند من بندہ کم از مبادی ایام بست سالگی الی یومنا کہ ہفتاد درجہ از درجات
زندگانی کردہ ذرہ مثال خاک بر داشتہ آفتاب عنایت و عاطفت حضرت
سلطنت پناہ و عم بزرگوار آنحضرت شاہ علی عادل شاہ کہ دریں اوراق بہ بیان آں
مذکور ست بودہ ام و مانند شاخ ضعیف نبات پروردۂ ابر احسان بی پایاں ایں
دولت خانہ گشتہ و خدمات بے حد و عد انجام رسانیدہ تقدیم گاہے کہ از شغل
خدمات فارغ می گشت بہ مطالعہ تاریخ ذکر سبب تالیف ایں اوراق و اختصار
شش جلد روضۃ الصفا و جلد ہفتم حبیب السیر می شد چنانکہ شش جلد روضۃ الصفا
راکثر مطالعہ کردہ و جلد ہفتم روضۃ الصفا نایاب ست ۔ و جلد ہفتم حبیب السیر
بہ خاطر آوردہ استحضار تامی دہم و رسید گاہی در مجالس بہ تقریبات صحبتی چند
می گذرانید و عزیزاں گاہی بہ تحقیقات می فرمودند عزیزی کہ در امور دنیوی
شانی و شوکتی داشت توقع اختصارے از روضۃ الصفا داشت ۔

مقدمہ در ذکر سبب تالیف ایں اوراق و اختصار شش جلد روضۃ الصفا و جلد ہفتم حبیب السیر

چون جانب عزیز بود در رعایت اوامر و اجبات از روئے جہل و نادانی

ثالث النیران و پایهٔ قدرتش بر کامل و قدیں بطالت جاه عز نفیش متجاوز از
چهار سوی ارکان و پنج نوبت دولتش قرار طارم کیوان۔ میدان بیکران
عز مش بیرون از عرصه مسدس خاک و کنگره قصر جلالش محاذی پنج مقوس
افلاک شده ایوانش ثامن سبع طرایق و تیغ جهان کشائیش مؤید به تسع آیات
حقایق۔

اے زکار نظارت اهتمت اختر دیدنا ... وی علو همتت ایهٔ فلاک در اهتمام

از عدالت بمرتبه که سلیمان را باز ار موری نخواهد و روشنا آئینه دولت
به آه مظلومی تاریک نسازد انسانیکه عنقریب بالتفات خاطر همایونش جز ساغر
صهبا را دست تعارت گری عقول نرسد و بغیر از گاه رایش جای ربودن نباشد

لطفت به کرم چارهٔ بیچاره کند ... عدلت ستم از زمانه آواره کند
در موسم عدل تو صبا را نه بود ... آن یاد که پیراهن گل پاره کند

از سخاوت در مقامی که خامه از وصف شمهٔ ازاں سرسبز و شاداب گردد
و اندیشه از بیان نکته ازاں بدریای بیکراں غرق شود فیض عام و رشحهٔ از بهر انعام
عام او راست و یعه عمان قطره از دریائے احسان او چه گفتم

قطرهٔ باراں بود شرمنده پیش بخشش او ... از کف دریا نوازش بخشش آموز سحاب

و اگر نه آن بودی که از طناب گرد ملالت بحاشیهٔ ضمیر منیرش راه یابد از
تطویل شیر نفس شریک شامت پذیرد در بیان بندی از مکارم اخلاق بادشاهانه
علی الاجمال خوض کردمی و در شرح شمهٔ از محاسن صفات شروع رفتی خالی از
اثنائے این تذکرة الملوک از هزار یکی و از بسیار اندکے مفصل خواهد گشت استطاع

مجوس و دین زردشت را شایع ساخت روایت دیگر آنکه ابتدار سلطنت
بادشاهان اسلام از پیش حسن گنگو شد و این حسن گنگو جوانی بود از اولاد اکابر
که بواسطهٔ وقائع روزگار پریشان حال می گردید و بے سامان بود روزے
در صحرائی در سایه درختی خوابیده و کفچه ماری که در گزندگی و کشندگی زهر او زیاده
از افعی میسد انند شاخ گیاهی سبز در دهان کرده و در برابر روی حسن گنگو
سر از زمین برداشته مگس از روی حسن میراند بهمن که این حالت را مشاهده کرده
بفراست دریافته که این حسن را مرتبهٔ عظمی در پیش است همانجا استاد تا حسن از
خواب بیدار شد و آن ماری سرخرو در آورده براه خود رفت بهمن پیش حسن
آمد و از احوال نسب او پرسید صورت حال چه بود تقریر کرد کانگو پندت
بعرض حسن رسانید که شما را مرتبهٔ عظیم در پیش است پرسید که این سخن از کجا
میگوئی گفت ازین حال که من مشاهده کردم که شما در خواب بودید و ماری
عظیم بزرگ آمده شاخ گیاهی سبز در دهان گرفته از روے شما مگس میراند
چون شما از خواب بیدار شدید خادمانه سرفرود آورده رفت خیلے مرتبهٔ عالی
می باید که چون لے ضارّه بیاید درین چنین خدمتی به تقدیم رساند من بعد ازین
بامیدواری تمام خدمت خدام از روے اخلاص میکنم شاید که مرا هم از
یمن توجه منزلتی و حالتی روی نماید این التماس در بندگی دارم که اسم مرا
باسم خود شریک ساخته شما و اولاد شما در فرامین خود را بهمنی می نوشته باشند
حسن این معنی را قبول فرموده خود را بهمنی می نوشت و هشتده نفر از اولاد
حسن که بر مسند تکیه میزدند خود را می نوشتند چون حسن کانگو را طریقهٔ خدمتی نزد

واستحضار بعضی مقدمات دیگر متعهد این امر شد بعد از اتمام اختصار هفت جلد مذکور بخاطر ناقص رسید که مجملی از احوال سلاطین دکن از ابتدای اسلام این ملک و بادشاهانی که معاصر ایشان بوده اند بعضی را که پیشتر بوده اند بعد از تفحصات و تحقیقات احوال مرقوم ساخته ام و بعضی را خود مشاهده نموده مفصل و مختصر بیان نموده از سامعان توقع آنکه اگر سهوی و یا لغوی یا در عبارت تقصیری واقع شود به لطف خود میگذرانیده باشند و راقم حروف را به دعای خیر یاد آوری می فرموده باشند شاید که از یمن برکت انفاس حضرت عالیات تخفیفی در عقوبات اخروی روی نماید در تاریخ یک هزار و هفده سال هجری در شهر رمضان المبارک در دار السلطنت بیجاپور که الحال بدیاپور اشتهار دارد صانه الله عن الخطر والفتور شروع در مسوده این اوراق شد و منه تعالی التوفیق والله اعلم بالصواب

باب اول

در ذکر ابتدای سلطنت بادشاهان بهمنی در دکن و زوال ایشان

ذکر سلطان علاء الدین بهمن شاه

بر ارباب پوشیده نماند که در باب نسب ایشان روایات مختلف بنظر رسید بعضی بر آنند که نسب پوشیده ایشان به بهمن بن اسفندیار بن گشتاسب که از بادشاهان ذو شوکت ایران بوده و ملت مجوس و دین زردشت او در عالم انتشار داد چنانکه اسفندیار را به هند فرستاد تمام هند را مسخر ساخت ملت

شمارا خزانہ مرحمت دست داده شیخ حسن را گرفته به آں زمین که زراعت فرموده
بودند رفتند و خزانہ را ظاهر ساختند حسب الامر شیخ بقدر ضرورت زر برداشته صرف
لشکر کشتی نموده شیخ را آگاه ساختند و کانگو پندیت دریں خدمت ها نهایت
سعی کوشش بجا آورده شیخ فرمودند که شب جمعه حاضر باشید که روز موعود است
چوں شب جمعه حاضر شدند با لشکر شیخ فاتحه خوانده کمر شجاعت بر میان حسن کانگو
بستند و به طرف مرچ نامزد فرمودند چوں بحوالی مرچ رسیدند حاکم قلعه رانی
درگاوتی عورتے کافره بود بے خبر از قلعه بعزم سیر بیرون آمده بود چوں بهم رسیدند
شروع در نبرد شد

دریائے مصاف گشت جوشان گشتند مبارزاں خروشاں
شمشیر زخوں چوں جام در دست میکرد جو جرعۂ خاک راست

بعد ازاں نبرد مسلماناں بسیار غالب گشته رانی درگاوتے اسیر شد و لشکر
اسلام دلیر در قلعه مرچ در آمده و بعد از فتح عریضه در بندگے شیخ نوشتند
شیخ از خبر فتح اسلام شادماں گشته درجواب نوشت که قلعه را مبارک آباد نام
کنید که بر شما و اهل اسلام مبارک است و در سنه ثمان و اربعین و سبعمایه فتح
نمود و شیخ فرمودند که پیشتر اروید که هر جا فتح از شما است آنقدر و لایتی
که در حوالے مبارک آباد بود از اطراف و جوانب تمام در قبضهٔ تسخیر در آورد
و روز بروز قوت و شوکت در اهل اسلام زیادت میشد و هر چند منازعی
دراں حوالی بود تمام از میاں برداشت و خاطر از جانب مخالفان جمع نموده
به صلاح شیخ متوجه گلبرگه شدند چوں بحوالی رسیده اوضاع و اطوار قلعه و حاکم

شیخ الاقطاب شیخ محمد سراج جنیدی رحمۃ اللہ علیہ بود و اکثر اوقات در بقعۂ
او حاضر بود روزی شیخ در حالت وضو ساختن در موضع گونجی کہ از مضافات
مرچ کہ الحال بہ مرتضیٰ آباد مشہور است دستار از سر برداشتہ کہ مسح سر کند
حسن کانگو دستار شیخ برداشتہ بر سر خود نہاد شیخ فرمودند کہ حسن از ما تاج سلطنت
میطلبی چوں چند روزی برین گذشت روزی حسن اظہار بی چیزی و
پریشانی کرد شیخ فرمودند کہ الامور مرهون باوقاتها چوں ولایت کفرستان
و دار الحرب بود مسجدی نبود شیخ بنای مسجد نہاد و مسلمانان اتفاق کردہ
شیخ را در عمارت مدد می دادند اتفاقاً حسن ظرفی بزرگ پر خاک کردہ برداشت
شیخ فرمودند کہ حسن می خواہد کہ بار دنیا بردارد شیخ روزی در خواب بود و
آفتاب بر ایشاں می تابید حسن بچادر خود شیخ را سایہ کردہ شیخ چوں
از خواب بیدار شد و ایں حال را مشاہدہ کردہ فرمودند حسن از ما چیزے
طلبید اتفاقاً روزی مادر حسن بخدمت شیخ آمدہ پارۂ از پریشانی حال حسن
بعرض رسانید شیخ فرمودند کہ در فلاں موضع شروع در زراعت کند کہ مقصود
شما حاصل است ایشاں بہ حسب فرمودۂ شیخ در کار زراعت مشغول شدہ قضارا
دراں زمین آثار و علامت چند مثل بنائے گنج و سنگ ظاہر گشت شیخ را اعلام
دادند شیخ فرمود کہ شکر باری تعالیٰ عز اسمہ بجا آورید کہ مطلوب بما رسید لئن
شکرتم لازیدنکم شب حسن در خدمت استادہ بود شیخ فرمودند سلطان
لشکر جمع کنید و غزا کنید تا کفرستان را بحوضہ اسلام در آورید حسن عرض کرد کہ
غزا را استعداد باید و الحال بہ ما فاقہ غالب است شیخ فرمودند کہ حق سبحانہ و تعالیٰ

تمام یکی شده و مدت سیزده سال و ده ماه و لبث و هفت روز به صلاح تقویت و عیش و کامرانی گذرانیده و در تاریخ سنه احد و ستین سبعمائه این جهان فانی را وداع کرد و در طریقه مریدی حضرت شیخ ثابت قدم و راسخ دم می بود و اولاد خود را نیز درین باب مبالغها فرمود و فرزند ارشد خود سلطان محمد را ولی عهد خود گردانید

ذکر سلطنت سلطان محمد شاہ بہمنی

سلطان محمد بعد از فوت پدر مسند جهانبانی بنور قدوم منور گردانید و بادشاهے بود که با سپاهے و رعیت به خلق و لطف سلوک و زندگانی میکرد و از و آثار و علامت بسیار ماند و مثل پدر در مریدی شیخ ثابت قدم بود و نام نیک از و یادگار ماند و مدت سلطنت او هژده سال و هفت ماه و نوزده روز بود و در تاریخ ۷۸۰ھ سنه ثمانین و سبعمائه تخته تابوت را بر تخت سلطنت اختیار کرد و مجاهد شاه را ولی عهد خود گردانید۔

ذکر سلطنت مجاهد شاہ بلوند بہمنی

بعد از فوت پدر مجاهد شاه بر مسند حکومت تکیه فرموده و بلوند با صطلاح دکن قوی هیکل را گویند و قتی سی سیر که هر سیری هفتاد درهم شرعیت طعام می خورد و روزے سه نوبت میخورد که روزی نود سیر باشد والعلم عند الله و معتاد بادشاهان چنین بود که در وقتی که بر تخت سلطنت می نشستند شیخ محمد سراج پیرهنے و دستارے تشریف میدادند آنرا پوشیده تیمناً بر تخت می نشستند مجاهد شاه نیز همان معتاد داده بر تخت نشانیدند و مجاهد هر روز در خانقا

انجا به خاطر آورند جمعیت واستعداد او مشخص شد با خود اندیشه کردند که لشکر ما
با ایشان مقابله نمی تواند کرد۔ احوال بعرض شیخ رسانیدند شیخ در جواب فرمودند
که در شب چهارشنبه پیرون راؤ البته به زیارت بت خانه خود که در سه فرسخ
واقع است می رود درهمان وقت شما متوجه قلعه شده بروید که این فتح را
به شما داده اند حسن کانگو خوشحال گشت قدم بوس شیخ کرد درهمان شب
متوجه قلعه شده اهل قلعه به گمان آنکه پیرون راؤ است که می آید دروازه قلعه
کشودند حسن کانگو خوش دلیرانه به قلعه در آمده واهل قلعه را بیرون کرد چون ایں
خبر به پیرون راؤ رسید سراسیمه از بت خانه بازگشته با لشکر اسلام نبرد آغاز کرد
واز جانبین قتال با فراط دست داد ولشکر اسلام تیر باران آغاز کرد۔

زبس تیر باراں کنوں آمدی بجائے نم از ابر خوں آمدی

دراں تیر باراں تیری بر مقتل پیرون راؤ آمده جان او به مالکان دوزخ سپرد
وبه قیست لشکر پراگنده ومتفرق شدند وسر پیرون راؤ نزدیک دروازهٔ قلعه دفن
کردند هنوز آثار وعلامت آں جا یافته شود وگلبرگه را احسن آباد موسوم ساختند
وحسن کانگو بی منازعی درتحت شهر احسن آباد مسند سلطنت وجهاں گیری قرار گرفت
وخطاب مستطاب خود را به سلطان علاء الدین بهمن شاه مقرر ساخت وکانگو
پندت را صاحب اختیار ساخت وایں شرط میاں ایشاں شده بود که اولاد
سلطان علاء الدین وتمام اولاد خود را بهمن شاه می نوشته باشند ونسل هر دو هم که
شاه ولی الله باشد که آخر اولاد بهمن شاهی است هم خود را بهمن شاه می
نوشت وایں فتح هم در تاریخ سنه ثمان واربعون سبعمائة وتاریخ جلوس

مزاج مجاہد بود صادر شده و مجاہد گاہی ایشاں را تہدید میکرد و ایشاں
خوف و ہراس بسیار از مجاہد داشتند روز دیگر مجاہد را بے سر بر تخت یافتند
دانستند که مرتکب ایں امر خطیر حبشیاں شده اند و خلایق چوں نسبت مریدی
باشیخ داشتند نگذاشتند که مجاہد را در مقبره بادشاہاں دفن نمایند قریب بہماں
روضه دفن کردند

ذکر سلطنت داود شاه بن محمود خان بہمنی

امراء و ارکان دولت داود شاه بہمنی بر داشتند به سلطنت و سلطنت
او امتدادی نداشت مدت یک سال و یک ماه و سه روز بر مسند جہانداری
تکیه کرد و حظی از سلطنت نبرد و با حسرت بسیار و آرزوئے بے شمار به قدرت
ملک جبار تخت رو داع کرد و تقاع فانی را گذاشت و برادر خود محمد شاه بن
محمود خاں را ولی عہد گردانید۔

ذکر سلطنت محمد شاه بن محمود خان بہمنی

بعد از فوت برادرش محمد شاه مسند حکومت و سلطنت را بعز قدوم خود
مشرف و مزین ساخت و مدت مدید بعیش و کامرانی روزگار گزرانید و با خلق
باحسن وجہے زندگانی می نمود۔ در داد و دہش بے نظیر بود و نہمات سلطنت
را برونق تمام سرانجام داده بود و سپاہی و رعیت از سلوک او شاکر
بودند و در تاریخ ۱۸۰۱ھ ہشتصد و یک داعی حق را لبیک اجابت فرمود۔
و مدت سلطنت او نوزده سال و شش ماه و پنج روز بود بعد از و سلطان غیاث الدین
بر تخت نشست یک ماه و شش روز بر مسند حکومت زندگانی کرده بدار بقا

شیخ آمده بمهمات دیوان مشغول می شد. روزی بعرض شیخ رسانید که داعیه
غزا دارم که بر سر کفره رفته در رونق دین و اسلام بکوشم. شیخ فاتحه خوانده
او را رضا داد. مجاهد هر روز در استعداد لشکر مشغول بوده با لشکر بنگالیان بر
قلعه اودوفی رفته یک سال قلعه را محاصره کرد آب بر اهل قلعه کم شده روزی
در اضطرار حاکم قلعه بیرون آمده عهدنامه حاصل کرده همراه نائب مجاهد شاه
به قلعه رفت که خالی کرده تسلیم نماید منقول است که یکی از خادمان شیخ فرمود
و بعرض رسانید که مجاهد از شما فتح نامه گرفته و از دیگران هم نوید فتح یافته
شیخ فرمودند که ما فتح را خود باز گرفتیم خادم بایں مضمون رقعه شیخ به مجاهد شاه
رسانید چوں مجاهد مضمون رقعه به خاطر آورد روی به پایگاه دولت
آورده و گفت پدران ما از عقل عاری بوده اند ایں فقیران که همیشه گرسنه
و تشنه می باشند پادشاهی دادند و گرفتن به ایشاں چه نسبت دارد به شیخ
گفتند که شما را به ایں فضولی چه کار بے ادب باشید والا شما را ادب خواهم
فرمود خادم در جواب گفت که اگر ایں نیت دارید ایں فتح شما را هرگز میسر
نخواهد شد قضا را در آں شب باز باران که بسیار شد قلعه از آب معمور گشت
اهل قلعه از صلح کردن پشیمان گشته در استحکام قلعه کوشیده نائب مجاهد شاه
را سر بریده در توپ نهاده به جانب لشکر مجاهد انداختند مجاهد چو از مخالفت
اهل قلعه با خبر شد مراجعت نموده به شهر حسناباد آمده در بیرون نزول کرد که
روز دیگر به ساعت سعد داخل قلعه شود و خادمان شیخ را تهدید بسیار نموده
و حبشی وافره در سلک امراء و غیره جمع شده بود و از ایشان علی که مخالف

خلایق بود فقیری در گذار آمد سلطان کسے را فرستاده توشه که جهت گدائی
کرده بود طلبیده دید نان ذرت در آنجا بود دندر کرد که دیگر بغیر نان ذرت
ذو وقت چیزے نخورد و گفت تا وقتی که تمام گدایان شهر بغیر از نان گندم
وحلوا نخورند من گندم نخورم بعده در شهر حکم کرد در معموری ولایت
ورعیت ولایت آنچناں معمور و آباد شد که گندم را اعتباری نماند وهمیشه
توشه دان فقیراں می طلبید و می دید نان گندم وحلوا داشت خاطر را
جمع کرد اوصاف سلطان فیروز اظهر من الشمس است و انور من القمر
منقولست که اکثر اوقات ایشاں به کتابت مصحف بشیتر می فرموده اند
وجزء جزء ی نوشته اند و فی سبیل الله به هر کس می داده اند نسخ را بارونش
واسلوب استاداں می نوشته ودر خلوت لباس صوفیانه می پوشید
اند و با کمال مجرد دست ارادت داده طریقه پیری و مریدی میان ایشاں ثابت
بود و در برابر گنبد خود گنبدی جهت او بسته اند در کمال تکلف در بر حوض که
سلطان در حین حیات خود بشدند والحال حوض و گنبد بر قرار ست وادب
درویشی باوجود مرتبه وعظمت وشوکت سلطنت بداں مرتبه میکرد هر روز
چهار هزار سوار و هشت هزار پیاده و چهار صد فیل در دولت خانه ایشاں
پاسبانی کرده اند وقتی به خاطر اشرف ایشاں رسید که از برای خاطر
یک نفس ضعیف من ایں قدر از بندگان حق سبحانه تعالیٰ تشویش میکشند
چه احتیاج است به نصف مقرر فرمودند و بعد از چند گاه آنهم منع شده
ومهمات سلطنت از قلیل وکثیر حواله به سلطان احمد نموده خود به عبادت

خرامید و سلطان شمس الدین بن سلطان محمد بن محمود بر تخت سلطنت قرار گرفت
مدت پنج ماه و دوازده روز بر مسند حکومت زندگانی کرد و به اجل موعود سفر
آخرت پیش گرفت و عالم فانی را به دیگراں گذاشت بعد از و ارکان دولت
و اعیان حضرت قرعۂ فال بنام سلطان عادل کامل صالح انداختند۔

ذکر سلطنت فیروز شاه بن احمد خان بہمنی

چوں سلطان فیروز بر تخت سلطنت بعز قدوم خود زیب و زینت داد
و در فیض و کرم و عدل و انصاف بر روی جہانیاں کشود بادشاہی صاحب
خیر کریم النفس دین دار بود وجہ معاش خود از کتابت مصحف حاصل می کرد
و حرم محترم لباس ہا را نقش کرده می فروخت و معاش خود را ازاں مہیا
می ساخت در ملک گیری و جہانبانی نظیر نداشت و آثار و علامت او
در صفحہ روزگار بسیار مانده از انجملہ شہری در کنار رود خانہ کرشنا ساخت و عمارت
عالی در آں شہر بنا نہاده با تمام رسانید و حصارے از یک فرسنگ در دور
آں کشید از سنگ تراشیده و مدتی بعیش و کامرانی در آں شہر روزگار گذرانید
از وقائع روزگار باراں بسیاری در ولایت دیگر بارید و آں آب نہر به مرتبہ
طغیان کرد که تا سه چہار فرسنگ روی صحرا آب خراب شد و خرابے بسیار دست
داده و در شہر و کوچه و بازار آب به مرتبہ بلند شد که سلطان فیروز با فرزنداں
ہفت شبانہ روز در ایوان مرتفع بسر برد و ہنوز آں حصار و شہر باقی است
اما آں معموری نمانده ایں شہر به فیروز آباد اشتہار دارد منقول است که
روزی با حرم محترم خود در ایوان نشستہ بود و دامن آں ایوان گذرگاه

نبرد در خلوت من کار سلطان را با تمام میرسانم فرصت یافته به خلوت خانه سلطان
فیروز در آمد سلطان به تلاوت کلام الله مشغول بود آں بدبخت حبشی به خنجر کار
سلطان با تمام رسانیده خلق را از قتل سلطان فیروز آگاه ساخت لشکر
سلطان چوں از قتل آگاه شدند از معرکه برگشته هر یک گوشه گرفتند
بعضے از امرا پسر بزرگ سلطان فیروز را به سلطنت بر داشتند هماں لحظه سلطان
احمد پسر را به قتل آورده بر سریر سلطنت قرار گرفت مدت سلطنت فیروز شاه
مظلوم مرحوم بیست و پنج سال و هفت ماه و دوازده روز و مدت حکومت
هشت نفر از بهمن شاهیه در شهر حسناباد هشتاد و دو سال و پنج ماه و هژده
روز بود والله اعلم۔

ذکر سلطنت سلطان احمد ولی شاه بهمنی

در شهر محمد آباد که الحال به شهر بیدر مشهور است بعد از قتل سلطان فیروز
سلطان احمد بر مسند سلطنت و جهانداری تکیه زد و استقلال تمامی بهم رسانید
روزی بعزم شکار بحوالی محمد آباد رفته بود سگی دنبال خرگوش گرفته بود خرگوش
برگشته با سگ در آویخت و بر سگ غالب شد سلطان احمد چوں ایں
حال مشاهده کرد گفت آب و هوای ایں زمین شجاع و دلیری نماید به نحویکه
خرگوش بر سگ غالب میشود اگر ما اینجا شهرے بسازیم که تخت گاه سلطنت
باشد مردمی که انجا متولد می شوند و به آب و هوا ایں سرزمین نشو نما یابند
به یقین شجاع و مردانه خواهند بود دیگر آنکه در شهر حسناباد که خون سلطان فیروز
در آنجا ریخته شده میمنت نبود که تخت گاه سلطنت باشد بنابراں

باری تعالیٰ مشغول می بوده اند و مہمات سلطنت سلطان احمد بدرجہ عالی
رسیدہ امرا و ارکان دولت و سپاہے تمام در ضبط خود در آوردہ خیال
مخالفت داشت روزے شخصی بعرض سلطان رسانید کہ سلطان احمد دم
از مخالفت و استقلال میزند و در خاطر دارد کہ شما از زمیان بردارد و او خود
بادشاہ شود شما ہوشیار در کار باشید فرمودند کہ با تقدیر چہ چارہ و یقین
است کہ بعد از من او بادشاہ خواہد شد مشہور است کہ ہفتاد نفر از سپاہیان
کہ مخالفت سلطان فیروز می فرمودند و سلطان حکم قتل ایشاں کردہ بود و سلطان
احمد گناہ ایشاں از بادشاہ درخواست کردہ ایشاں را انگشت و قرب و
منزلت ایشاں زیادہ کرد ایں جماعت در قتل سلطان فیروز با سلطان
احمد متفق شدند و غلامان حبشی در خدمت سلطان بسیار بودند و خدمت
حضور اکثر با ایشاں رجوع بود از انجملہ غلام حبشی کہ جامہ خانہ حوالہ او بود ہر صبح
لباس سلطان آوردہ در خلوت بہ سلطان می پوشانید سلطان احمد
چوں قرب و منزلتش بدرجہ کمال رسیدہ دید می خواست کہ سپاہیان
و حبشیان را بہ وعدہ و وعید فریب دادہ در قتل سلطان فیروز با خود متفق
ساخت روزے سلطان احمد بقصد ہلاک سلطان فیروز با استعداد تمام بدر
خانہ سلطان فیروز رفت پاسبانان سلطان فیروز آں حال مشاہدہ کردند
با مردم سلطان احمد نبرد آغاز کردند و از جانبین مردم بسیارے بہ قتل آمدند
عاقبت حبشی جامدار کہ محرم بود گفت بہ پاسبانان کہ میروم و سلطان
فیروز را از حربہ سلطان احمد آگاہ سازم و بہ سلطان احمد قرار دادہ کہ در وقت

معلوم میشود که مردم ایں ملک ساده لوح و بازی کوش اند شان و عظمت دینا
و دنیاداری نیافته اند با مردم ایں ملک بوجه جمیل زندگانی می تواں کرد
و از صحبت ایشاں فیض کلی می تواں یافت و مراتب عالیه حاصل می تواں
کرد خود را به پایۂ سریر سلطنت باید رسانید چوں فرمان جهاں مطاع صادر
گشته بود از جانب سلطان احمد که از غربا و سوداگراں غریب از هر جانب
که بیایند بنابراں تحفه و هدیه چند فراخور حال حاکم بندر مستعد نموده بخدمت
حاکم شتافته استدعا آراستن پایۂ سریر خلافت اصرار نمود حاکم عذر بیان
کرد خواجه گفت مسافرت بسیار کرده مثل ولایت روم و شام و مصر و خراسان
و ترکستان وغیره همه جا گشته دیده ام و تحفه هائے نفیس گوناگوں
که لائق بادشاهان عالی مقدار است بهم رسانیده ام حقی ست که ایں ها
بنظر بادشاه در بیاید دریں باب عریضه بخدمت بادشاه و ارکان دولت
نوشته ام مع پیشکش چند شما هم دریں باب دو کلمه بارکان دولت بنویسید
شاید اثری بکند و مطلوب و مقصود ما حاصل شود و شما را اجر عظیم من عند الله
حاصل شود حاکم بندر عریضه به بادشاه و ارکان دولت نوشت مع عریضه
خواجه به ارکان دولت رسید چوں بر مضمون عرائض اطلاع حاصل کردند
بایکدیگر مشورت نموده به اتفاق بعرض سلطان احمد رسانیدند سلطان
مطلق به آمدن خواجه راضی نبود و گفت که غریباں مردم عاقل مدبر اند
و زود آدمی را فریب می دهند که به حضور آمده به اندک روزی صاحب اختیار
و صاحب قدرت خواهد شد آنجهاں که شما هم آزرده خاطر شوید امرا بعرض

در ساعت سعد ثابت که درجهٔ طالع وقت از نحوس خالی و به سعود ناظر شهر محمد آباد را طرح انداخت و باندک روزی اتمام شهر پذیرفت و مدت حیات در آن شهر بعیش و کامرانی گذرانید و در زمان سلطنت او مخدوم خواجه جهان از خراسان بعزم تجارت آمد و برشد و قابلیت خود در میان مهمات دیوانی در آمده خدمت چهار بادشاه کرد و همیشه در دولت خواهی و نیکو بندگی سرانجام مهمات می نمود تا در آخر سلطنت محمد شاه بن همایون شاهی بدرجه شهادت رسید و نام نیکو در جهان یادگار گذاشت و سلطان احمد در هشتصد و سی سال هجری تخت سلطنت را بیمن قدوم خود مشرف و مزین ساخت و در تاریخ مذکور بناء شهر مذکور نهاده و دوازده سال و نو ماه و بست و چهار روزی منازعی بخوشحالی و نیک نامی گذرانید در سنه هشتصد و چهل و دو جهان فانی را وداع کرد۔

واللہ اعلم

ذکر آمدن مخدوم خواجه جهان بدکن و بخدمت سلاطین فایز شدن و رسیدن بمرتبه عالی

نقل است که مخدوم خواجه جهان مردی عاقل فاضل جهان دیده و پُر جمعیت بود و بحسب اتفاق به بندرِ دابل الحال به بندر میمون مصطفی آباد اشتهار دارد رسید و اوضاع و اطوار مردم این ملک در نظر او عجیب و غریب نمود روزی در بازار در دوکان سوداگری نشسته بود حاکم بندر با عظمت و شوکت تمام از میان بازار در سنگاسن نشسته بگذشت بلبلی در سر دست و بآن بلبل مشغول خواجه از آن حال تعجب نمود با خود اندیشه کرده گفت

مقرر فرموده خواجه به طریق سایر خدمت گاران هر روز به آستان بوسی
می آمد و هر وقت که می آمد البته تحفه پارچه غیر مکرر می آورد نظر محبت
و مرحمت و عنایت بادشاه متزاید می شد تا کار بجائی رسید که در امور
ملکی و مالی با خواجه مشورت می فرمود آنچه به صلاح و صورت دید خواجه عمل
میکردند زیاده از توقع بادشاه سامان می یافت درین معنی موجب ازدیاد
بادشاه شان و عظمت خواجه می شد درین اثناء سلطان احمد به رحمت حق
واصل شدند قالوا انا لله وانا الیه راجعون۔

ذکر سلطنت سلطان علاء الدین فرزند بزرگ سلطان احمد

چون سلطان علاء الدین بهمن شاه بر جای پدر و بر مسند جهانبانی
قرار گرفت و رعایت خاطر مخدوم خواجه جهاں زیاده از زمان پدر میکرد
و خواجه را بدولت خواهی و ضبط ممالک سعی جمیل مشکور می داشت
و منافع بے حد و قیاس هر ساله بنظر بادشاه در می آورد و جمع خزانه می شد
و خزانه آنچنان معمور شد که در زمان بادشاهان سابق عشر آن جمعیت
در خزانه نه بود و اکثر اوقات لشکر بسر حد کفره می فرستاد و ملک ایشان
را مسخر می ساخت و از جماعتی هر ساله به طریق جزیه رزی می گرفت
و لشکر بادشاه بهر ملکی که می آوردند مظفر و منصور مراجعت می فرمودند
و از اطراف و جوانب و از هر ملکی سپاهی و سوداگر روی بدار السلطنت
شهر بیدر آورده جمعیتی دست داد که در زمان سلاطین ماضیه واقع نشده
بود و سلطان علاء الدین در نهایت کامرانی و عشرت روزگار می گزرانید

رسانیدند از یک مرد سوداگر چه می شود سلوک اوراکه دیدیم اگر لایق خدمت
باشند چند روزی خواهد بود والّا در دهمات اورا سرانجام نموده رخصت
خواهیم داد چون ارکان دولت بجد گرفتند بادشاه هم رضا فرمود باندک
روزی خواجه با اسباب بشهر بیدر آمده ارکان دولت را یک یک
دیده مدعیات عرض نموده و اصلاح ایشان پیشکشی بادشاه چند راس
اسپ تازی و چند خروار قماش از تحفهای نفیس و چند نفر غلام ترک
و حبشی از قسم لولو و جواهر اعلیٰ نفیسه و چند مصحف خوش خط پر زینت
چون بدرگاه رسید یکی از آن مصحفها بر سر خود گرفته و باقی بر سر غلامان نهاده
به حضور آمد چون بادشاه اطلاع یافت که انچه بر سر دارند مصحف است
بادشاه بے اختیار از تخت خود برخاست و مصحفی که بر سر خواجه بود
برگرفت و اورا بوسیده بر سر نهاده بر گوشهٔ تخت نهاده روی بارکان دولت
کرده بزبان خواص گفت که خواجه هم در اول مجلس بر ما حکم کرده بواسطهٔ
تعظیم کلام الله از تخت فرود آورده باید دید که بیشتر چه خواهد کرد بادشاه
تحف و هدایا نظر اشرف در آورده به محلها فرستاده و بادشاه از خواجه تفحص
احوال بادشاهان می نمود و خواجه بتقریر دلپذیر جوابها می گفت و اوضاع
و اطوار و رسم و رسوم ممالک تحقیق می کرد و بادشاه از محاوره و
تقریر خواجه شگفته شده در تحقیقات بیشتر مبالغه می فرمود چون صحبت خواجه
بادشاه را بغایت خوش آمد امر مود که هر روز بخدمت می آمده باشند
و خواجه را بتشریفات فاخر سرفراز فرمودند و منزل رفیع وسیع از جهت خواجه

حکومت تکیه کرد والده او بی بی مخدومه جهان باتفاق خود مخدوم خواجه جهان
متوجه سرانجام مهمات شده در ضبط ملک و عدل و انصاف کوشیده
چنانکه مردم عدالت نوشیروان را فراموش کردند در ملک گیری و دفع
کفره نهایت سعی کوشش بجای آوروند و اکثر ملک تا ولایت کنجی و کالتری
تمام در قبضه تصرف اهل اسلام درآمد و هر روز فتحی مجدد روی می نمود و بعضی
از کفره از غائت عجز و ناتوانی قبول کردند که هر ساله مبلغ کلی از نقد
وجنس واسپ وفیل واسلحه بدرگاه جهان پناه می رسانیده باشد و بعد
از مراجعت از غزا ورسیدن به مکان عز و شرف بی بی مخدومه را بیماری
عارضه شد واطبا وحکما در معالجه نهایت سعی وکوشش بجامی آوردند چون
پیمانه پر شده بود سعی کوشش مفید نیامد و برحمت حق واصل شده در واقع
منبع فیض بود و فیض عام او غریب وصغیر و کبیر و مسلمان و کافر را احاطه
کرده دریافته بود ذکر جمیل او هر چند کنند از هزار یکے بیان نخواهد شد
و بنای خیر و برکات بے حد واز و یادگار مانده شخصی تاریخ وفات آن خدیجه
دوران به نظم عربی آورده

درة التاج مریم الآثار	اذا جابت نداء داعیها
ملهم غیب قال فی التاریخ	اید الله ملک وارثها

بعد از فوت والده سلطان محمد شاه بهمنی چون به مرتبه رشد وکیاست
رسیده بود خود متوجه بمهات لشکر و رعیت پروری مشغول گشت و مخدوم
خواجه جهان بطریق که خدمت جد آبای ایشان کمال دولت خواهی

سپاہی و رعیت عیش و عشرت بسر می بردند و ارباب استحقاق رعایت بے نہایت
می یافتند و فضلاء و علما و شعرء بے حد و قیاس دراں عصر جمع شدند و ہر یک
را فراخور احوال تعینات مقرر کردہ بودند چوں سلطان را اجل موعود در رسید
و عالم فانی را وداع کرد ہمایوں شاہ را ولی عہد خود گردانید و در تاریخ
ہشتصد و شصت و شش سال رحلت فرمود مدت سلطنت بست و سہ
سال و نہ ماہ و ہفت روز بود۔

ذکر سلطنت ہمایون شاہ بہمنی در شہر بیدر

چوں ہمایون شاہ بر مسند سلطنت قرار گرفت خلائق را بعدل و
انصاف نوید دادہ در ضبط ولایت و رعایت احوال رعیت کوشید با خلق
بحسن سلوک معاش میکرد تا مدت یک سال و یک ماہ بعد ازاں بہ مرض
موت برحمت حق واصل شد نام نیکو گذاشت و در تاریخ ہشتصد و ہفت
و پنج رخت بعالم عقبیٰ کشید و ازیں تاریخ مفہوم میشود کہ ہمایوں بہمنی بغایت
ظالم بود یکی از شعرا آں زماں در تاریخ وفات او ایں قطعہ گفتہ است

ہمایوں شاہ مرد و رست عالم تعالی اللہ زہے مرگ ہمایوں
جہاں پر ذوق شد تاریخ مرگش ہم از ذوق جہاں آرید بیروں

لفظ ذوق جہاں تاریخ فوت اوست و مسند جہانبانی را بفرزند ارجمند
حمیدہ خصال کوچک سال گذاشت علیہ الرحمۃ والغفران

ذکر سلطنت سلطان محمد شاہ بہمنی و فتح کھیجے

بعد از پدر محمد شاہ را پایہ سلطنت برداشتند چوں در ایام شباب بر مسند

سلطان حسین مرزا بایقرا می فرستاد و از جانب ایشان استمالت نامهای می آمد و بوسیلهٔ او میان پادشاهان بهمنی و پادشاهان (۳۳) ایران رسل و رسائل روا می شد و ربط وداد و محبت مستحکم بود، چون خواجه جهان در کمال دولتخواهی بود مروی عاقل از غایت فضیلت داشت و در اکثر علوم رسایل نوشته دو سه رسالهٔ انشاء ایشان بنظر راقم حروف رسیده و اکثر رسایل او در میان علماء هند شایع بود اما الحال تفحص بسیاری نموده چیزے بدست نیامد بواسطهٔ افترات و انقلابات متفرقه شده و عظمت مخدوم خواجه جهان به مرتبهٔ کمال رسیده بود و سلطان محمد شاه را ملاحظهٔ بسیاری بهم رسیده چون این معنی به ارکان دولت ظاهر شد چون همیشه رشک و حسد دنیا دارے بود فرصت یافته شروع در فتنه انگیزی و فساد کردند و پادشاه را ازو برگردانیده از اطراف و جوانب مردم بر می انگیختند و بصد هزار طریق فریاد او را به پادشاه می رسانید و پادشاه را ازو برگردانیدند بمرتبه که پادشاه سخن او تشنه شد و خواجه برین مضمون واقف شده بود و میسر داشت که به طرف بیرون رود و خود را بجاے برساند که دفع مضرت ایشان از خود بکند چون نمک پروردهٔ این دولت خانه بود و قریب پنجاه سال در سایهٔ دولت ایشان به تربیت یافته بود و به شوکت و عظمت و کامرانی گزرانیده حقوق نعمت منظور ساخته رضا به قضا داده میگذرانید مخالفان فرصت یافته رضاے قتل او از پادشاه حاصل کرده خواجه مظلوم را شهید ساختند و سامعی نام شاعری تاریخ شهادت بنظم آورده که

چون خواجه جهان را هر کرخرامخواری   در دل نه بود و میکرد پیوسته جان سپاری

نیکو بندگی بجای می آورد بعرض بادشاه رسانیده که هنوز جزیره گوده در
تصرف کفره است و بندر بزرگ سیر حاصل و این جماعت تغلب بسیار بر
با مسلمان گواه می کند سلطان خود می خواست که بر سر جزیره گوده رود [illegible]
مستعد شد که احتیاج است که خود متوجه این مهم شوند هر کدام از امرا که [illegible]
این مصلحت را سرانجام می توانند کرد سلطان محمد فرمود که بغیر از شما هیچ کس
از عهده این مهم بر نمی آید مخدوم خواجه جهاں تسلیم کرده باستعداد تمام متوجه
جزیره گوده شد در حوالی گوده مدتے نشسته راه ها را بر ساکنان جزیره بسته
منع غله و خوانات کرد با اکابر ایشان مشوره شد و قحطی عظیم بجائے رسید که
بمردار خوری راضی شوند میسر نبود مال بسیاری قبول کردند و جزیره را تسلیم
نمودند و خواجه بعد از فتح گوده متوجه حضور شد و شان و مرتبه خواجه بجائے
رسید که ما فوق آں متصور نبود و خلائق را با انعام عام خود مفتخر و سرفراز
میساخت و مدرسه ساخته بود که قریب یکهزار حجره داشت و در تمام این
حجره فضلا و علما ساکن بودند و چند مدرس در آں مدرسه تعیین فرمودند که
بر مسند افاده نشسته طلبه را درس می گفتند و وظیفه مدرسان و طلبه
تمام از خاصه خود مقرر کرده بود و سادات عظام و اهل استحقاق را رعایت
بیش از بیش می کرد شخصی از شعرا تاریخ مدرسه را به نظم آورده۔

آں مدرسه رفیع محمود بنا — چوں کعبه شد است قبله اهل دعا
آثار قبول بیں که شد تاریخش — از آیه ربنا تقبل منا

منقول ست که مخدوم خواجه جهاں اکثر اوقات عریضه بخدمت

شعار بود و خلائق در زمان او بر فاهیت عیش و سرور میگذرانیدند و در
عزاهیشه فیروز جنگ بود و استیلا، کفرهٔ ظلمه در زمان او در هم شکست و
اسلام قوی شد و وسعت سلطنت و کثرت لشکر و حشم بهم رسید و ملک معمور
و خزانه آبادان و سپاهی و رعیت بصلاح و تقوی و عبادات روزگار می
گذرانیدند و کثرت خلائق در زمان سلطنت و استقلال او به مرتبه رسید که
در اندرون شهر جای خانه بستن نمانده در بیرون شهر از امرا و سپاهی
و رعیت شروع در خانه بستن و باغ ساختن کردند و قریب به پنج شش فرسخ
عرض و طول معموره شهر بیدر بود و مقربان بارگاه خلافت به تقلید یکدیگر
در تکلفات و زینت شهر می افزودند و هنوز آثار و علامات آن پاینده است یابیت
و غلامان ترک و حبشی و لاهوری و غیره بسیار بهم رسیدند بعضے را به مرتبه
امارت و برخی را در سلک غلامان جمع کرده بعمل و ضبط ولایت فرستاده
بعضے را در کارخانها حضور خدمات لائق می فرمود و جمعی غلامان ترک و حبشی
در اکثر اوقات حضور بادشاه می بودند۔

باب دوم

ذکر نسبت مجلس رفیع یوسف عادل خان بن محمود بیگ ساوه

راقم حروف رفیع الدین ابراهیم بن نورالدین شیرازی در تاریخ سنه ثمان
و ستین تسعمائیه بعنوان تجارت به قصبهٔ ساغر که شهر مشهور است از مضافات
دکن هندوستان رسید و بتجرید قماش ساغر مشغول گشت و در یک فرسخی قصبه

کشتن او شہید و مرحوم ای سامعی تحقیق — تاریخ کشتن او جوی از حلال خواری

و مخدوم خواجہ جہاں مرحوم شہید را در مدرسہ کہ خود ساختہ بود مدفون کردند رحمۃ اللہ علیہ در اوصاف و اکرام و سخاوت و شجاعت و خلق او احسان کتابہا تصنیف کردہ اند و در کتابخانہ بادشاہانست و مخدوم خواجہ جہاں در اکثر علوم تصنیفات دارد و راقم حروف دو جلد از منشآت او دیدہ علماء عصر قبول دارند کہ بعد از او مثل کسے نبودہ و محمد شاہ بہمنی کہ زبیٔ تربیتش مخدوم خواجہ جہاں بود و نسبت بہ بادشاہان سابق در عقل و دانش و آداب سلطنت و جہانداری امتیاز تمام داشت عاقبت بسخن مفسدان و غرض جویان رضا بہ قتل مخدوم خواجہ جہاں داد و این حکم بر و مبارک نبود ایک سال تمام نہ شدہ بود کہ اسیر تخت تابوت شد و جہان فانی را وداع کرد تاریخ وفاتش

مر اسلطان محمد شاہ مغفور — ز تاریخ وفاتش کردہ آگاہ
شبی خوش دیدم آنحضرت کہ فرمود — بہشت جاودانم داد اللہ

امید کہ حق سبحانہ تعالیٰ اور ابنوو در حمت خود بیامرزد اللہم اغفر وارحم

ذکر جلوس سلطان محمود شاہ بہمنی و بعضی وقائع وزارت او

یکے از فصحائے عصر تاریخ جلوس آنحضرت بنظم آوردہ

خورشید جہاں پناہ سلطان محمود — بر تخت مراد کامرانی فرمود
تاریخ جلوس حضرتش سمعیا — از خیر عباد جو کہ یابی مقصود

سلطان محمود بعد از فوت سلطان محمد بر تخت سلطنت و جہانبانی تکیہ فرمودہ خلائق را بعدل و انصاف نوید داد و بادشاہ نیک بخت معدلت

جہاں شاہ بن قرا یوسف را در نوردیده و بر ولایت آذربیجان و خراسان
و عراقین و فارس و کرمان استیلا یافت حکام و داروغگان را بولایت ۲۶
فرستاد از آن جمله احمد بیگ خواہرزاده خود را بایالت ولایت ساوه و مضافات
آن فرستاد احمد بیگ باستعداد تمام در ولایت مذکور پیوست و بعدل و داد
اہتمام لشکر و رعیت پروری سعی جمیل نموده و از اکابر ساوه دختری خواستگاری
نموده در عقد و نکاح در آورد و از وی دو فرزندان بہم رسید بعد از فوت احمد بیگ
محمود بیگ که فرزند ارشدش بود بجائے پدر بر مسند حکومت تکیه زد و بطریق پدر
بزرگوار رسم و رسوم عدل و انصاف جاری ساخته قریب به بیست سال زندگانی
کرده بغایت نیک نامی مشہور شده بود و چون حسن بیگ از دار فنا رحلت نمود فرزند
بزرگ ترش سلطان خلیل بر مسند خلافت جہانبانی تکیه کرد۔ میان او و برادرش
سلطان یعقوب میرزا که در دیار بکر بود از جہت ملک و میراث کار به جنگ و
نزاع رسید و سلطان خلیل در جنگ کشته شد و تخت گاه سلطنت به سلطان
یعقوب مرزا قرار گرفت و بعد از مدتی پہلو به بستر ناتوانی نہاده بسر منزل باقی
خرامید و امرا فرزند عزیز او را سلطان بایسنقر بر تخت سلطنت و کامرانی نشانیدند
و در زمان سلطنت او نفاقی در میان امرا بہم رسید قصد یکدیگر کردند۔
و سلطان محمود والی ساوه در جنگ کشته شده و اولاد و احفاد او از جور
مخالفان پریشان حال و پراگنده و ہر یک بطرفی رفتند و یوسف بیگ
فرزند بزرگ محمود بیگ والی ساوه که ہنوز در صغر سن بود به اصفہان
آمد و از انجا بوجه خوف دشمنان بشیراز رفت قریب به پنجاه سال در شیراز

ایست گوگی نام دارد و مقبرهٔ یوسف عادل خاں و اولاد او انجاست
و آشخانه بزرگ و قریب بده دیهه بزرگ جهت راتب آں آشخانه تعین
کرده اند و قریب یکصد حفاظ در آنجا ساکن اند و صبح و شام به تلاوت
کلام الله مشغول اند و دو وقت از آں آشخانه مذکور که به اصطلاح اهل
دکن لنگر گویند طعام از جهت فرزنداں مقرر ساخته و مبلغی کلی بطریق وظیفه
نقد هر ماه بایشاں می رساند و در میان آں جماعت شخصے حافظ شمس الدین
خنثری که عمرش زیاده از نود سال بود مردی روزگار دیده که مسافرے
بسیاری کرده بود و در آخر عمر دراں روضه ساکن شده بود در سلک حفاظ بود
و گوشه قناعت و سر قبر ولی نعمت خود اختیار کرده اکثر اوقات در خدمت
متولی آں لنگرخانه حاضر می شد و متولی مردی فاضل و سید و صوفی مشرب
بود مارا با او الفتی بهم رسیده بود به ایں تقریب در از محل و منزلی بهم رسیده
و صحبت ایشاں را غنیمت میدانست و ایں شمس الدین چوں مسافرت
بسیار کرده و وقائع بسیار شنیده و دیده بود گاهی سرگذشت خود و غیره
در آں مجلس می گذرانید سخن او بجایی رسید که گفت در دیار بکر بودم در زمان
سلطنت حسن بیک آق قویونلو بود نسبت خادمی در آں آستانه داشتم
که دریں اثنا خبر مخالفت امراء جهاں شاهی رسید که با یکدیگر در مقام فتنه
و نزاع در آمده اند و بواسطه جنگ و جدل لشکری و رعیت اکثر خراب و
متفرق شده و می شوند بنابریں پادشاه ذو شوکت حسن بیگ بعزم
تسخیر ولایت آذربایجان متوجه آں دیار شده چوں به تبریز رسید بساط حیات

به خواجه زین العابدین عرض کردند که ترک اصیل از اکابر ساوه بواسطهٔ
اوضاع ملکی از خان ومان و خویش واقربای خود دور افتاده و بسیار آزرده
خاطر و پریشان حال است وقتی که شما مارا بخدمت بادشاه می گذرانید
احوال یوسف بیگ را بعرض رسانید شاید که بگفتهٔ شما بخدمت بادشاه
سرفراز شود بعد ازان طالع و بخت او آنچه نصیب اوست به او خواهد رسید
خواجه زین العابدین چون یوسف بیگ را دید احوالات او بخاطر آورده
در رعایت او می کوشید و یوسف بیگ در کشتی با غلامان ورزش کشتی می کرد
تا روزے که بخدمت سلطان محمود بهمنی رسیدند خواجه اسباب و اسپان و
غلامان تمام بخدمت بادشاه گذرانید غلامان بعضے بحواله خزانه و بعضی به جاندار
خانه و بعضی به مطبخ حواله کردند یوسف بیگ را بران جماعتی که بحواله مطبخ نمود
والی ساختند در آن محل بسر می برد منقولست که مدتے در مطبخ بود و مهمات او
سرانجام نیافت دلگیر شده باز به شهر لار رفت و در همان سابق می بود باز
واقعه بطریق اول در خواب دید که ترا به دکن حواله کرده بودیم چرا بے صبری
کردی باز به همان جای خود برو که چراغ تو در آن محل روشن خواهد شد باین تقریب
نصیب او را باز بدکن آورده در همان مطبخ بسر می برد - چون هوس سپاهی
گیری در خاطر ایشان بود همیشه کثرت کمانداری و نیزه بازی و شمشیر زنی و
ورزش کشتی گیری را از دست نگذاشت و در مطبخ ورزش خانه ترتیب داده
قریب به پنجاه نفر از غلامان و شاگردان و مطبخیان به طبیعت او ورزش
میکردند و اکثر اینها هنرمند و پر قوت شده و یوسف بیگ بروش کشتی

بود در صحبت اہل کمال تربیت یافته به سن رشد و تمیز رسید و از جفاء غدا
دل گیر و بے سامان گشته داعیه ہندوستان در خاطرش سر زده متوجه
لار شد درین وقت حافظ شمس الدین خضری که از جمله خدمتگاران
قدیم و نمک پرورده این خاندان بود برفقای یوسف بیگ بواسطه
بعضے ضروریات در شیراز مانده بود یوسف بیگ چون به لار رسید از غایت
بیکسی و پریشانی و بے سامانی در مسجد صادق الوقت چند روزی بسر برد شبے
در واقعه دید که پیر مردی در کمال بزرگواری حاضر شد و نانی چند گرم بدست
یوسف بیگ داده گفت که بدکن باید رفت که نان شما در انجا پخته است
چون از خواب بیدار شد او را تفرجی روی نموده بود و نشاط باطنی بهم رسید بموجب
اشارهٔ غیبی متوجه بندر جرون شده چون به بندر رسید کسی را نمی شناخت
اتفاقاً خواجه زین العابدین سمنانی سوداگر از جانب سلطان محمود پادشا
بهمنی با جمعیت تمام از دکن آمده و متاع تمام فروخته و خرید بسیارے کرده ا
همه چیز و اسپ بسیارے و غلامان ترک و حبشی وغیره بهم رسانیده و اسباب
خود را تمام جهاز بار کرده که متوجه دکن شود بعضی از غلامان ترک خواجه مذکور
در کنار بودند که یوسف بیگ از کشتی بیرون آمد ـ جوان نمایان خوش صورت
قوی هیکل ترک نقش دیدند بواسطهٔ خصوصیت ذات پیش آمد ـ تفحص
احوال او کردند چون دیدند که تنها و بیکس است او را بخانهٔ خود برده ضیافت کردند
خصوصیت میان ایشان بجاے رسید که یک ساعت او را نمی گذاشتند
و تحقیقات او بواجبی می کردند و به حقیقت حال او آگاه گشتند باتفاق

گیران خراسان ایشان را به ترتیب کرده همه تبنان پوستی و زیر تبنان
و زانو بند و الف بند هم رسانیده بودند و هر سحر برخواسته کبادی کشتی و ننگ
و میل گرفتن و با یکدیگر کشتی می گرفتند و معرکه ایشان گرم شده چنان که
اهل شهر گاهی به تفرج معرکه ایشان می آمدند و بعضی بطریق شاگردی
پیش آمده بودند این جماعت شاگردان در استعداد سپاهی گیری شجاعت
به مرتبه کمال رسیده مدتے باین طریق بسر بردند

ذکر سبب تربیت یوسف بیگ و رسیدن بمرتبه عالی آبات

اتفاقاً در دهلی پهلوانی کشتی گیر مشقت بسیاری کرده و در پهلوانی سر آمد
روزگار شده و در اکثر بلاد هند گردیده بر سائر پهلوانان آن دیار غالب آمده
و از اکثر آن دیار منشوری حاصل کرده و شاگردان خوب هم رسانیده بود
و هوس گجرات کرده با شاگردان به آن ولایت در آمد و هر جا که رسید
کسی با او مقابله نتوان کرد و خصمانه با او کشتی گیر بهم نرسید از آنجا منشوری حاصل
کرده بطرف دکن میل کرد و پیش از آمدن او خبر پهلوانی او مشهور شده بود چون
به شهر بیدر رسید سلطان محمود از آمدن او آگاه شد امر فرمود که در روز جمعه
بنوعی که سائر بازیگران و هنرمندان جمع میشوند و هنرهائے خود ظاهر میسازند
او هم بیاید و بعضی کشتی گیران که در شهر بودند چون از آمدن او آگاه گشتند
در کثرت کار خود سعی و کوشش بجا می آوردند جد و جهد بیشتر می کردند و
در حضور سلطان بنا بر آن هر روز جمعه در آستانه سلطنت و درگاه خلافت